ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

8 ذوالعقدہ 1438ھ/ اگست 2017ء

احرار
عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے
87 سال

نام اسلام کا......کام انگریز کا

ملک بانٹ کر انگریز نے تحریک آزادیٔ ہند کو جس طرح ختم کیا ہے، اس سے فی الحقیقت کوئی تغیّر واقع نہیں ہوا کیوں کہ اسے آج نہیں کل جانا تو تھا ہی۔ اس نے سوچا، لاؤ اپنی دوسو سالہ اولاد (معنوی) کو وارث بنادوں کہ پھر آنا پڑے تو لڑائی جھگڑا نہ ہو اور اب بھی وہ گیا کہاں ہے؟ یہیں اندر موجود ہے اور پردے کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔ کچھ دنوں تک خوب کھل کھیلے گا۔ مسلم لیگ کی طرف سے پاکستان میں اسلامی حکومت کے قیام کا تصور کہ جس کے نام پر اللہ و رسول اور قوم کو دھوکہ دیا گیا ہے، اپنے آپ کو فریب دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔

ابھی بہت سا کام باقی ہے۔ ایک زوردار دھکے کی ضرورت ہے۔ تب شاید اطمینان کی کوئی صورت پیدا ہو اور جب تک یہ نہیں ہوتا، ہمارے لیے دونوں حالتیں برابر ہیں بلکہ یہ انگریز کی حکومت سے بھی بدتر! کم از کم وہ کفر خالص تو تھا اب نام اسلام کا ہے اور کام انگریز کا۔"

حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

[جولائی ۱۹۴۸ء۔ خان گڑھ، ایک مجلس میں گفتگو]

عیدالاضحیٰ کے موقع پر

قربانی کی کھالیں

مجلسِ احرارِ اسلام

کے شعبہ تبلیغ

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ

کو دیجیے

جملہ رقوم، عطیات، زکوٰۃ وعشر، صدقات
قیمت چرم قربانی بھیجنے کے لیے

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
0278-37102053
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم ملتان	061 - 4511961 0301-7430486
مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار چناب نگر	047 - 6211523 0301-3138803
مدرسہ معمورہ دفتر احرار لاہور	042 - 35912644 0300-4240910
مولوی محمد طیب مدنی مسجد چنیوٹ	0321-7708157
دار العلوم ختم نبوت چیچہ وطنی	040 - 5482253
علی اصغر (چشتیاں)	0306-7744474
مدرسہ معمورہ، میراں پور (میلسی)	0308-7944357
مدرسہ ختم نبوت گڑھا موڑ (میلسی)	0300-7723991
مدرسہ ابوبکر صدیق، تلہ گنگ	0300-5780390
ڈاکٹر عبدالرؤف ڈاکٹر ریاض احمد جتوئی (مظفرگڑھ)	0301-7465899 0301-5641397
رانا محمد نعیم (حاصل پور)	0334-7102404
مدرسہ ختم نبوت، بورے والا (وہاڑی)	0300- 6993318
مدرسہ محمودیہ معمورہ، ناگڑیاں (گجرات)	0301-6221750
محمد اشرف علی احرار، فیصل آباد	0300- 7623619
حافظ عبدالقیوم، میر ہزار خان (مظفرگڑھ)	0302-7320947
عبدالکریم قمر (کمالیہ)	0333-6377304
میاں امجد حسین (سیالکوٹ)	0307-6101608 0331-9626667
مولانا عبدالعزیز، مدنی مسجد بہاولپور	0333-6397740
حافظ محمد عمران (ماہڑہ، مظفرگڑھ)	0302-7778069

الداعی الی الخیر
تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 28 شمارہ 8 | ذوالقعدہ 1438ھ / اگست 2017ء

Regd.M.NO.32

تشکیل

اداریہ	وزیر اعظم نواز شریف نااہل، سپریم کورٹ کا فیصلہ	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	14 اگست، یوم آزادی	عبداللطیف خالد چیمہ	4
″	7 ستمبر، یوم تحفظ ختم نبوت (یوم قرار دادِ اقلیت)		
افکار:	شریعت کورٹ آزاد کشمیر کے اختیارات اور حالیہ صدارتی آرڈیننس	مولانا زاہد الراشدی	6
″	ترکی میں ناکام بغاوت کی پہلی سالگرہ	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	10
″	بھارتی وزیر اعظم کا پہلا دورۂ اسرائیل، قادیانی قیادت کا پرتپاک استقبال	علی ہلال	12
″	مودی، یہودی، قادیانی گٹھ جوڑ	نوید مسعود ہاشمی	14
″	تحریک آزادی و قیام پاکستان میں علماءِ حق کا کردار	محمد یوسف شیخوپوری	16
″	یوم آزادی پاکستان	عبدالمنان معاویہ	21
دین و دانش:	نصیحت	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	23
″	تواصی بالحق	امام عبدالوہاب شعرانیؒ / ترجمہ مولانا حبیب الرحمٰن کیرانویؒ	25
″	قربانی..... حکمت اور مسائل و احکام	مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ	28
″	احادیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط: ۱۶)	حافظ عبید اللہ	37
نقد و نظر:	”غزوۂ احد سے حاصل شدہ سبق“ مفتی منیب الرحمان کے مضمون کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	45
دعوتِ حق:	متلاشیانِ حق کو دعوتِ فکر و عمل (مکتوب نمبر ۳)	ڈاکٹر محمد آصف	48
ادب:	حمدِ کبریا	محمد فیاض عادل فاروقی	50
″	عشق کے قیدی (قسط: ۱۲)	ظفر جی	51
گوشۂ امیرِ شریعتؒ	امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ... آفتابِ دین و شریعت	پروفیسر خالد شبیر احمد	57
″	سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور علامہ اقبال	شورش کاشمیریؒ	60
یادِ رفتگاں:	صوفی محمد سلیم رحمہ اللہ........ اک اور چراغ بجھا	ابو معاویہ رحمانی چوہان	62
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

فیضانِ نظر: حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی: ابن امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر:

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

تزئین: محمد مزمل حمید

سرکولیشن منیجر: محمد یوسف شاد

0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک ——— -/200 روپے

بیرونِ ملک ——— -/4000 روپے

فی شمارہ ——— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎ 061-4511961

www.ahrar.org.pk

www.alakhir.com

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوت شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

وزیراعظم نواز شریف نااہل، سپریم کورٹ کا فیصلہ

سید محمد کفیل بخاری

سپریم کورٹ آف پاکستان نے وزیراعظم نواز شریف کو پانامہ لیکس کیس میں نااہل قرار دے دیا ہے۔ جسٹس آصف سعید خان کھوسہ کی سربراہی میں جسٹس گلزار احمد، جسٹس اعجاز افضل خان، جسٹس شیخ عظمت سعید اور جسٹس اعجاز الاحسن پر مشتمل عدالت عظمیٰ کے پانچ رکنی لارجر بینچ نے گزشتہ کئی ماہ کی سماعت کے بعد متفقہ طور پر ملکی تاریخ کا اہم ترین فیصلہ کھلی عدالت میں سنا دیا۔ ۲۴ ر صفحات پر مشتمل فیصلے میں لکھا کہ:

''نواز شریف نے انتخابی گوشواروں میں ایف زیڈ ای کمپنی دبئی کو اثاثوں میں ظاہر نہیں کیا۔ کاغذاتِ نامزدگی میں اثاثوں کے متعلق جھوٹا بیان حلفی جمع کرایا۔ جس کے باعث وہ صادق وامین نہیں رہے۔ لہٰذا آرٹیکل ۶۲ ر کے تحت انھیں نااہل قرار دیا جاتا ہے۔ احتساب عدالت، نواز شریف، مریم، حسن، حسین کیپٹن (ر) صفدر اور اسحٰق ڈار کے خلاف ۶ ر ہفتوں میں ریفرنس دائر اور ۶ ماہ میں فیصلہ کرے۔ صدر مملکت جمہوری عمل کے تسلسل کے لیے آئینی تقاضے پورے کریں۔''

نواز شریف تین بار وزیراعظم منتخب ہوئے اور تینوں مرتبہ آئینی مدت پوری ہونے سے پہلے برطرف کیے گئے۔ آج تک معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ ہمارے سیاسی نظام کی روایت ہے یا جمہوریت کا حسن کہ پاکستان کے کسی بھی وزیراعظم نے اپنے عہدے کی آئینی مدت پوری نہیں کی۔ البتہ ڈکٹیٹرز ملکی آئین معطل کر کے دس دس سال اپنی مرضی سے ملک وقوم پر مسلط رہے۔ جن میں سے کسی کا بھی محاسبہ نہیں ہوا۔ کیا وہ سب صادق وامین تھے؟ کیا ڈکٹیٹرز کے اقتدار کو آئینی جواز بخشنے والے جج بھی صادق وامین تھے؟

ہمیں نواز شریف سے کوئی ہمدردی نہیں، ہماری ہمدردیاں اور محبتیں صرف اسلام اور پاکستان کے لیے ہیں۔ عدالت عظمیٰ کے فیصلے کے بعد سیاسی رہنماؤں، تجزیہ نگاروں اور عوام کے مختلف طبقات کا جو ردِ عمل سامنے آیا ہے، اپنے اپنے دائرے میں بعض باتیں قابل توجہ اور اہم ہیں۔

احتساب کا عمل صرف نواز شریف اور ان کے خاندان تک ہی محدود کیوں ہے؟ کیا آصف علی زرداری کے دورِ حکومت میں کرپشن نہیں ہوئی؟ لندن فلیٹس تو احتساب کی زد میں آ گئے لیکن سرے محل کا حساب کون لے گا؟

منی لانڈرنگ کے مقدمے میں ملوث ''ایان علی'' سرعام دندناتی پھر رہی ہے۔ ۴۵۰ ر ارب کی کرپشن میں ملوث پیپلز پارٹی کا ڈاکٹر عاصم نماز کی امامت کرا رہا ہے۔

زرداری پر ۲۵۰ ر ارب کی کرپشن کا الزام ہے، نذر گوندل پر ۴۵ ر ارب اور بابر اعوان پر ۲۱ ر ارب کی کرپشن کے الزامات ہیں۔ عدل کا تقاضا ہے کہ احتساب سب کا ہونا چاہیے۔ جنرل پرویز مشرف پر مقدمات قائم ہیں اور وہ بیرون ملک بیٹھ کر بڑھکیں مار رہا ہے۔ قاتل ریمنڈ ڈیوس کو عدالت سے آزادی کا پروانہ دے کر باعزت طور پر امریکہ پہنچایا گیا۔

کیا ہمارے ہاں امتیازی فیصلے ہوتے ہیں؟ ملک کا مفاد تو اسی میں ہے کہ بلا امتیاز سب کا احتساب ہونا چاہیے۔ ورنہ ''بیس سال تک یاد رکھا جانے والا فیصلہ'' بھی مولوی تمیز الدین کیس، بھٹو کیس اور جام ساقی کیس کی طرح ہی یاد رکھا جائے گا۔ ہماری رائے میں نواز شریف مکافاتِ عمل کی زد میں آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے۔ نواز شریف تیسری بار معزول ہوئے ہیں لیکن انھوں نے اپنے جرائم سے توبہ نہیں کی۔ انھیں جب بھی اقتدار ملا، انھوں نے سابقہ غلطیوں اور جرائم کا اعادہ ہی کیا بلکہ اور جری ہو گئے۔ ان کی نااہلی کے جو بھی اسباب و جواز بیان کیے جا رہے ہیں وہ اپنی جگہ درست ہوں گے لیکن ہمارے نزدیک ان کا سب سے بڑا جرم اسلام اور پاکستان سے بے وفائی ہے۔ قیامِ پاکستان کے مقاصد سے انحراف و روگردانی، نظریہ پاکستان کے مقابلے میں سیکولرازم کا فروغ، مسجد نبوی میں بیٹھ کر سودی نظام ختم کرنے کا وعدہ کر کے پھر سود کے حق میں سینہ سپر ہونا۔ اسلام، وطن اور حضور خاتم النبیین سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں، امتِ مسلمہ کے دشمنوں، قادیانیوں کو اپنا بھائی کہہ کر سانحۂ دوالمیال (چکوال) میں مظلوم مسلمانوں کے مقابلے میں قادیانیوں کی سپورٹ کر کے پوری اُمت مسلمہ کے ایمانی جذبات کو مجروح اور دلوں کو زخمی کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچا کر اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ انھوں نے قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے ''فزکس سنٹر'' میں ایک مسلمان سائنس دان ڈاکٹر ریاض کے نام سے منسوب شعبہ کو تبدیل کر کے ایک غدارِ اسلام و وطن ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے نام سے منسوب کیا۔ نواز شریف کے حلیف قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن نے یکم فروری ۲۰۱۷ء کو اسلام آباد میں کل جماعتی تحفظ ناموس رسالت کانفرنس منعقد کی اور اس کے ۶؍ مطالبات کی منظوری کے لیے نواز شریف کو ایک ماہ کی مدت دی۔ مولانا فضل الرحمٰن نے ایک ملاقات میں نواز شریف کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فزکس سنٹر قادیانی کے نام منسوب کر دیا ہے۔ اسے تبدیل کریں اور فیصلہ واپس لیں۔ نواز شریف نے جواباً کہا کہ وہ ایک پاکستانی ہے۔ مولانا نے کہا کہ جو پاکستان کے آئین کو تسلیم نہیں کرتا اور جس نے پاکستان کو ایک لعنتی ملک کہا، آپ کے نزدیک وہ پاکستانی ہے؟ تب سے اب تک نواز شریف خاموشی کے ساتھ قادیانیت نوازی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہی مطالبہ مولانا فضل الرحمٰن نے شہباز شریف سے کیا تو انھوں نے کہا: مولانا! میں تو آپ کو لبرل لیڈر سمجھتا تھا۔ مولانا نے جواباً کہا کہ: جو پاکستان کے آئین کو مانتا ہے میں اس کے لیے لبرل ہوں۔

مولانا فضل الرحمٰن اپنی دوستی، قربت اور تمام تر کوشش کے باوجود نواز شریف سے اپنی ہی صدارت میں منعقدہ اے پی سی کے مطالبات نہ منوا سکے۔ اگر آئندہ انتخابات تک ن لیگ کی حکومت باقی رہتی ہے تو اس کی قیادت موقع کو غنیمت اور اللہ کی مہلت جانتے ہوئے ان معاملات کو حل کر کے اللہ کو راضی کر لے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لے۔ نواز شریف اور ان کی ن لیگ کے لیے یہ سرپرائز ہے کہ وعظ و نصیحت، یاد دہانی اور رہنمائی کے لیے مولانا فضل الرحمٰن اب بھی ان کے حلیف ہیں۔

ہمارا یقین ہے کہ جو آدمی دین میں خیانت کرتا ہے وہ دنیا کے معاملات میں بھی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ ن لیگ دونوں خیانتوں کی مرتکب ہوئی ہے۔ اللہ سے معافی مانگیں، اسلام اور وطن سے وفاداری کا حلف پورا کریں تو عزت بحال ہو سکتی ہے۔ ورنہ خسر الدنیا والآخرہ۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز پاکستان کی حفاظت فرمائے اور قوم کو صالح اور محبّ وطن قیادت عطا فرمائے۔ (آمین)

14 /اگست، یوم آزادی

عبداللطیف خالد چیمہ

پاکستان کسی وقتی ہنگامے یا عارضی تحریک کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک صدی پر محیط جدوجہد اور پھر جان ومال کی لازوال قربانیوں کا ثمر ہے، لیکن واحسرتا! کہ آج 70 برس (قمری حساب سے 72 برس) بعد بھی یہاں کے حکمرانوں، سیاستدانوں اور رولنگ کلاس کی لوٹ مار، کرپشن اور غریب عوام کے استحصال کے باوجود بھی (آدھا ملک) باقی ہے جو تختۂ مشق بنا ہوا ہے اور لوٹ کھسوٹ کے ماہر اپنی ''انجینئرنگ'' پر استقامت سے قائم ہیں، جس دانشور کو جب موقع ملتا ہے، وہ بانی پاکستان کے وژن کے برعکس اس کا مقصدِ قیام ''سیکولر ریاست'' بتانے میں جس ڈھٹائی سے کام لیتا ہے، ''خدا پناہ''! اب نوبت کہاں تک پہنچ چکی ہے اور پاناما کیس سے کیا کیا برآمد ہو چکا ہے، سب آپ کے سامنے ہے، زندہ قومیں اپنے ماضی سے جڑی رہ کر ہی ترقی کی راہیں نکالتی ہیں اور نشان منزل کو کبھی پس پُشت نہیں ڈالتیں۔ 1973ء کے آئین میں درج ہے کہ ''مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی واجتماعی شعبۂ ہائے حیات میں اُن تعلیمات اسلامی واقتضائے اسلامی کے مطابق جو قرآن کریم اور سنت میں موجود ہیں، اپنی زندگی کو ڈھالیں''۔ آج 70 ویں یوم آزادی کے موقع پر بھانڈوں کی خرافات اور قوم کی بچیوں کو نچوانے کی بجائے ہم وطن عزیز میں اسلامی نظام کے نفاذ اور پاکستان سے بدامنی اور دہشت گردی کے خاتمے کا عہد کریں تو یہ یوم آزادی ہے ورنہ۔۔۔؟

بانی پاکستان محمد علی جناح مرحوم نے 21۔ مارچ 1948ء کو اپنی ایک تقریر میں واضح طور پر فرمایا تھا کہ:

''پاکستان کسی ایک طبقے کی لوٹ کھسوٹ اور اجارہ داری کے لیے نہیں بنا۔ پاکستان میں رہنے والے ہر شخص کو ترقی کے برابر مواقع ملیں گے۔ پاکستان امیروں، جاگیرداروں اور نوابوں کی لوٹ کھسوٹ کے لیے نہیں بنایا گیا۔ پاکستان غریبوں کی قربانیوں سے بنا ہے، پاکستان غریبوں کا ملک ہے۔ اس پر غریبوں کو حکومت کا حق ہے۔ پاکستان میں رہنے والے ہر شخص کا معیار زندگی اتنا بلند کیا جائے کہ غریبوں اور امیروں میں تفاوت باقی نہ رہے۔ پاکستان کا اقتصادی نظام اس کے غیر فانی اصولوں پر ترتیب دیا جائیگا۔ ان اصولوں پر جنھوں نے غلاموں کو تاج وتخت کا مالک بنا دیا''۔ انہوں نے سخت لب ولہجہ میں فرمایا کہ: ''میں ضروری سمجھتا ہوں کہ زمینداروں اور سرمایہ داروں کو متنبہ کردوں کہ اس طبقہ کی خوشحالی کی قیمت غریبوں نے ادا کی ہے ان کی خوشی کا سہرا جس نظام کے سر ہے وہ انتہائی ظالمانہ شرانگیز ہے۔ اس نے اپنے پروردہ عناصر کو اس حد تک خودغرض بنا دیا ہے کہ انہیں دلیل سے قائل نہیں کیا جا سکتا۔ اپنی مقصد برآری کے پروردہ عناصر کو اس قدر خودغرض بنا دیا ہے کہ عوام کا استحصال کرنے کی خوئے بد ان کے خون میں رچ گئی ہے''۔ سرمایہ دارانہ نظام مغرب کی تباہی کا سبب بن

رہا ہے''۔ بانیٔ پاکستان نے اقتصادی ماہرین کو اس نظام کو اختیار کرنے سے روکا اور اسلامی معاشی نظام اپنانے کی تلقین کی۔ اب حکمران، سیاستدان، مقتدر اور بالا دست طبقات اور دانشوارانِ قوم خود ہی اپنی اداؤں پر ذرہ غور کریں کہ وہ پاکستان کے ساتھ ہمدردی اور محبت سے موجزن ہیں یا بانیٔ پاکستان کے فرمودات سے انحراف بلکہ غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں، اپنے ضمیر سے پوچھئے اور پھر قوم کو بتایئے!

اسلام، مولوی اور پاکستان کو گالی دے کر اپنی عاقبت خراب نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حب الوطنی کے جذبے سے سرشار فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

7۔ستمبر، یوم تحفظ ختم نبوت (یوم قرار دادِ اقلیت):

پاکستان بن جانے کے بعد قادیانی ٹولے نے پاکستان کے اقتدار پر شب خون مارنا چاہا تو احرار نے تمام مکاتب فکر کو ''کُل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کے مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے مطالبات حکمرانوں کی میز پر رکھے مگر حکمران بضد تھے کہ اگر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو ''امریکہ ہماری گندم بند کردے گا۔'' تحریک چلی اور دس ہزار نفوس قدسیہ نے جام شہادت نوش کیا، تحریک کو لہولہان کرنے والے دنیا میں رسوا ہوئے جبکہ 7؍ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، یہ سعادت ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے حصے میں آئی پھر 26؍اپریل 1984ء کو صدر محمد ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت ایکٹ نافذ کرکے قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روک دیا، مذکورہ دونوں قوانین اس وقت عالمی واستعماری ایجنڈے کی زد میں ہیں جبکہ حکمران اور سیاستدان عالمی ایجنڈے کے ایجنٹ بن کر عوام سے دینی حمیت وغیرت ختم کرنے کے درپے ہیں، الحمدللہ! مجلس احرار اسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہم نے 7۔ستمبر کو ''یوم تحفظ ختم نبوت'' کے طور پر منانے کا آغاز کیا جس کی خوشبو اب پوری دنیا میں پھیل چکی ہے، اس مرتبہ عید الاضحیٰ کی وجہ سے دفتر مرکزیہ لاہور میں یوم تحفظ ختم نبوت 7؍ستمبر کی بجائے، 17؍ستمبر کو منایا جائے گا، جبکہ یکم ستمبر سے عشرۂ ختم نبوت کے اجتماعات کا سلسلہ ملک بھر میں شروع ہو جائے گا، مجلس احرار اسلام کی جملہ ماتحت شاخوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اس مناسبت سے پروگراموں کو یقینی بنائیں اور تمام مکاتب فکر کو شرکت کی دعوت دیں، نیز اخبارات ومیڈیا کے ذریعے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کرنے کی پرامن مہم کو پوری یکسوئی کے ساتھ آگے بڑھائیں تاکہ دستور کی اسلامی دفعات کے خلاف مہم کے سامنے مضبوط بند باندھا جاسکے۔

وما علینا الا البلاغ

شریعت کورٹ آزاد کشمیر کے اختیارات اور حالیہ صدارتی آرڈیننس

مولانا زاہد الراشدی

دس جولائی کو پلندری آزاد کشمیر میں مولانا سعید یوسف خان کے فرزند کے ولیمہ کے موقع پر آزاد کشمیر کے چند سرکردہ علماء کرام نے توجہ دلائی کہ ریاست آزاد جموں وکشمیر میں سردار محمد ابراہیم خان مرحوم اور سردار محمد عبدالقیوم خان مرحوم کی حکومتوں کے دور میں حضرت مولانا محمد یوسف خان اور دیگر اکابر علماء کرام کی مساعی سے ضلع اور تحصیل کی سطح پر مقدمات کی سماعت کے لیے جج اور قاضی کے اشتراک سے دورکنی عدالت کا جو نظام شروع ہوا تھا اور جس سے لوگوں کے تنازعات شریعت کے مطابق طے ہونے کا سلسلہ چلا آرہا ہے، اسے ختم کرنے اور ہائی کورٹ کی سطح پر قائم شرعی عدالت کو غیر مؤثر بنانے کے لیے سرکاری سطح پر بعض اقدامات عمل میں آچکے ہیں اور کچھ اقدامات زیر تجویز ہیں جن کے بارے میں مؤثر آواز اٹھانے کی ضرورت ہے۔ میں نے ان حضرات سے عرض کیا کہ اس کے بارے میں موجودہ صورتحال سے تحریری طور پر آگاہ کیا جائے تاکہ اس کی بنیاد پر بات کی جاسکے۔ جبکہ اس سے اگلے روز مظفر آباد کے ایک بڑے اخبار میں آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے سربراہ سردار عتیق احمد خان کا بیان بھی نظر سے گزرا کہ مجاہد اوّل سردار محمد عبدالقیوم خان مرحوم کے دور میں شریعت کورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل، افتاء کا نظام اور ضلع وتحصیل کی سطح پر قاضی صاحبان کے تقرر کے جو اقدامات کیے گئے تھے اور جو کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں، انہیں ختم کرنے کا پروگرام بنایا جارہا ہے جو قابل قبول نہیں ہے اور مسلم کانفرنس ایسے اقدامات کی مزاحمت کرے گی۔ اس پس منظر میں آزاد کشمیر کے بعض علماء کی طرف سے معروضی صورت حال کے حوالے سے ایک رپورٹ مجھے بھجوائی گئی ہے جو اس کالم کے ذریعے قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ پاکستان اور آزاد کشمیر کی دینی وسیاسی جماعتوں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ اس کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیں اور ریاست آزاد جموں و کشمیر میں اسلامائزیشن کے سلسلے میں اب تک کیے جانے والے اقدامات کو باقی رکھنے کے لیے مؤثر کردار ادا کریں۔ مئی 2017 میں آزاد کشمیر کی حالیہ گورنمنٹ مسلم لیگ (ن) جس کے وزیر اعظم راجہ فاروق حیدر ہیں، نے صدر ریاست سے چند آرڈیننس جاری کروائے جس کے ذریعے سے شریعت کورٹ آزاد کشمیر کے بعض اختیارات واپس لے کر ہائی کورٹ آزاد کشمیر کو دے دیے گئے۔ آزاد جموں وکشمیر (تعزیراتی) قوانین نفاذ ایکٹ 1974 کی دفعات 23 اور 25 میں ترمیم کرتے ہوئے شریعت کورٹ کے الفاظ کو ختم کر کے ہائی کورٹ کے الفاظ شامل کیے گئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قصاص، دیت اور حدود کے تمام قوانین میں اپیل ونگرانی کے تمام اختیارات جو شریعت کورٹ کو حاصل تھے وہ اب ہائی کورٹ کو

حاصل ہو گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی اسی ایکٹ کی دفعہ 31 میں ترمیم کر دی گئی جس کے مطابق تمام مقدمات جو فائلوں کی شکل میں شریعت کورٹ کے پاس موجود ہیں، ہائی کورٹ کے حوالے کر دیے گئے۔ آزاد کشمیر میں تحصیل وضلع کی سطح پر تحصیل قاضی، سینئر تحصیل قاضی، ایڈیشنل ضلع قاضی اور ضلع قاضی، قصاص ودیت اور حدود قوانین کے مقدمات کی سماعت اور فیصلے کرتے ہیں جن کے ساتھ دوسرے ممبر عدالت ججز ہوتے ہیں۔ چونکہ قرآن وسنت کا گہرا علم اور لا اینڈ شریعہ کی ڈگری کے حامل قاضی صاحبان ہی ان مقدمات میں فیصلے تحریر کرتے ہیں (جن میں ضابطہ جاتی کارروائی کے لیے ساتھی ججز بھی اپنے دستخط کرتے ہیں) اس لیے ان کے فیصلوں کے خلاف اپیلیٹ شریعت کورٹ کا ہونا فطری تھا۔ بلکہ ریاست کے مؤقر علماء کرام 1993ء سے قائم شریعت کورٹ کو آئینی عدالت بنائے جانے، اور اس میں وکلا یا سیشن ججز سے جج کے ساتھ قاضی صاحبان اور علماء کرام سے ججز شریعت کورٹ لگانے کا دیرینہ مطالبہ رکھتے تھے۔ لیکن اس جائز اور قانونی مطالبے کے حل کی بجائے حکومت نے شریعت کورٹ کو حاصل شدہ اختیارات ختم کر دیے۔ ایک دوسرا آرڈیننس مذہبی طبقے کو مطمئن کرنے کے لیے شریعت کورٹ ایکٹ میں ترمیم کرتے ہوئے ایک عالم جج کو شریعت کورٹ میں لگانے کا قانون بنایا جس کے مطابق اسلامی قانون اور تحقیق میں پندرہ سال کا تجربہ رکھنے والا عالم ہائی کورٹ کے جج کے برابر تنخواہ اور مراعات لے گا اور صدر آزاد کشمیر اس کو منتخب کرے گا۔ شریعت کورٹ کا چیف جسٹس وہی ہوگا جو چیف جسٹس ہائی کورٹ ہوگا۔ اور عالم جج کے ساتھ دو سینئر ترین ججز ہائی کورٹ بطور شریعت کورٹ ججز بھی کام کریں گے اور ججز شریعت کورٹ کہلائیں گے۔ چنانچہ اس طرح اولاً تو قتل، قصاص، دیت اور حدود قوانین کے مقدمات کی نگرانی یا اپیل کی سماعت اس عالم جج یا ججز شریعت کورٹ کے اختیار سماعت سے نکال دیے گئے، اس لیے بطور برکت یہ عالم جج وہاں براجمان ہوگا۔ ثانیاً اگر کوئی شہری یا ضلعی عدالت کسی قانون کے شرعی وغیر شرعی ہونے کی نسبت درخواست لے کر اس شریعت کورٹ کے پاس جائیں گے تو اس سے کوئی کارآمد نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ ثالثاً اگر عالم جج یہ کہے گا کہ فلاں قانون قرآن وسنت کے خلاف ہے اسے تبدیل کیا جائے تو اس کا یہ حکم اس وقت تک نافذ العمل نہ ہوگا جب تک دوسرے دو ججز، جو وکلا یا سیشن ججز سے منتخب ہونے کی صورت میں آئے ہوئے ہیں، اتفاق نہ کرلیں۔ اس طرح جو خود قرآن وسنت سے واقف نہ ہوں وہ موجودہ قوانین کو قرآن وسنت سے ہم آہنگ کرنے سے معذور ہوں گے۔ جو نصوص اور احکام کی آیتوں کے نزول اور اجتہادی آرا کا علم نہ رکھتے ہوں وہ کس طرح اس عالم جج سے اتفاق کریں گے اور جن حضرات کو شریعت کا گہرا علم تو دور کی بات سرسری علم بھی نہ ہو، وہ کیا اس ریاست میں اسلامائزیشن کے کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں؟ اس طرح یہ شریعت کورٹ کے ساتھ منظم طریقے سے مذاق کیا گیا ہے۔
ایک اہم بات یہ ہے کہ سپریم کورٹ آف آزاد جموں وکشمیر کے 2014 کے شریعت کورٹ کی تشکیل نو کے فیصلے میں بھی یہ حکم دیا گیا تھا کہ اسے ایک مضبوط اور آئینی عدالت بنایا جائے اور فیڈرل شریعت کورٹ کی طرز پر بنایا جائے، اب یہ آرڈیننس

سپریم کورٹ کے فیصلہ کی خلاف ورزی ہے اور توہین عدالت کے مترادف ہے۔ کیونکہ فیڈرل شریعت کورٹ کا مستقل چیف جسٹس ہے، مستقل ججز ہیں، الگ سے بجٹ ہے، حدود قوانین میں اپیلیٹ کورٹ ہے، لیکن شریعت کورٹ آزاد کشمیر کے عناصر ترکیبی میں ان میں سے ایک بات پر بھی عمل نہیں کیا گیا۔

گزشتہ دنوں روزنامہ سیاست کی وساطت سے سابق چیف جسٹس ہائی کورٹ و سابق جج سپریم کورٹ آف آزاد کشمیر کا عجیب قسم کا کالم پڑھ کر احساس ہوا کہ اتنے بڑے عہدے پر فائز رہنے والی شخصیت کی سوچ کا کیا انداز ہے۔ انہوں نے اپنے کالم میں لکھا ہے کہ 1999 میں ہائی کورٹ آزاد کشمیر کے ایک فل بینچ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ شریعت کورٹ الگ نہیں ہونی چاہیے بلکہ ہائی کورٹ کے پاس ہی اس کے اختیارات ہونے چاہئیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہائی کورٹ کو اپنی ہی سطح اور برابر کی عدالت کے خلاف کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایسا کوئی فیصلہ اس وقت کی سپریم کورٹ بحال رکھتی تو 1999 سے 2014 تک وہی شریعت کورٹ کیسے قائم اور برقرار رہی؟ علاوہ ازیں کیا ہائی کورٹ کا وہ فیصلہ سپریم کورٹ کے موجودہ 2014 کے فیصلہ کے بعد بھی برقرار ہے، اور کیا بڑی عدالت کے مابعد والے فیصلہ پر حاوی ہوسکتا ہے؟ موصوف نے یہ بھی لکھ دیا کہ ضلعی سطح کے دورکنی عدالتی نظام کو یک رکنی کر دیا جائے یعنی قاضی کا منصب ختم کر دیا جائے، اور کہا ہے کہ مسلم لیگ (ن) کی گورنمنٹ کو آئینی اور قانونی اصلاحات کے لیے مینڈیٹ ملا ہے۔ جبکہ ضلعی سطح کا نظام 1974 سے خوبصورتی کے ساتھ چل رہا ہے جس میں 62 علما کرام جو قانون و شریعت کا گہرا علم رکھنے والے لوگ ہیں، بطور قاضی اس نظام کو احسن طریقے سے چلا رہے ہیں اور علمی و قانونی شاہکار فیصلے تحریر کرتے ہیں۔ اور ریاستی اسمبلی نے ایک ایکٹ کے ذریعے اسلامائزیشن کا بہترین نظام قائم کر رکھا ہے، اس کو یک رکنی کرنے کا کیا فائدہ ہے اور یہ دینی تقاضوں اور تحریک آزادئ کشمیر کی روح کو متاثر کرنے والا کام آخر کیوں کیا جائے؟ یہ ریاست اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بذریعہ جہاد حاصل کی گئی تھی، کسی سیکولر ایجنڈے یا لادینی نظام کو رائج کرنے کے لیے نہیں حاصل کی گئی تھی۔ اب یہ حکومت مزید قوانین نافذ کر رہی ہے اور اصلاح کے نام پر ریاست کے دینی ماحول کو کمزور کرنے کے راستے پر گامزن ہے اور دورکنی عدالتی نظام میں مولوی کی شناخت ختم کرنے کے لیے بے تاب ہے۔ اس اگلے مرحلے کو آسان بنانے کے لیے جان بوجھ کر چند ترامیم کی گئی ہیں اور بعض دوسری ترامیم کے لیے سفارشات تیار کی گئی ہیں۔ چند ایک کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی مثال: Juvenile Justice System کے تحت یہ قوانین بنائے جا رہے ہیں کہ نابالغ ملزمان (اٹھارہ سال سے کم عمر) کے مقدمات قتل و جرح دفعات 302 تا 338 تعزیرات آزاد کشمیر کی سماعت دورکنی ممبران کے بجائے ایک رکنی عدالت سیشن جج یا جوڈیشل مجسٹریٹ کرے گا۔ گویا تحصیل فوجداری یا ضلعی فوجداری عدالت سے یہ اختیار

واپس لینے کے لیے چیف جسٹس ہائی کورٹ نے حکومت کو تحریک کر دی ہے۔ جبکہ ایسے مقدمات کی سماعت قبل ازیں تحصیل فوجداری اور ضلع فوجداری عدالتیں کرتی ہیں جن میں قاضی بطور ممبر کام کر رہا ہے۔ حکومت کو بجائے اس ترمیم کے یہ ترمیم کرنی چاہیے کہ جوینائل جسٹس سسٹم ایکٹ 2003 میں ترمیم کر کے سیشن جج اور جوڈیشل مجسٹریٹ کی عدالت کے بجائے الفاظ تحصیل فوجداری و ضلع فوجداری تبدیل کیا جانا چاہیے جو اسلامی فوجداری قوانین نفاذ ایکٹ 1974 کا تقاضا ہے اور آسان کام بھی ہے۔ جو دورکنی عدالت بالغ ملزمان کے مقدمات کی سماعت کر سکتی ہے اور نابالغ ملزمان کی سماعت پہلے سے کر رہی ہے، اسے بے اختیار بنانا ایک مہمل اور بے کار کام ہے اور اسلامائزیشن کے راستے کو کاٹنے والی بات ہے۔ تعزیرات آزاد کشمیر ایکٹ میں ترمیم کر کے نابالغان کے مقدمات کی سماعت بھی اسی عدالت میں رکھی جانی صحیح ہے۔

دوسری مثال: منشیات کے مقدمات 1974 سے آزاد کشمیر میں تحصیل فوجداری عدالت کے دائرہ اختیار سماعت میں رکھے گئے ہیں۔ جبکہ اب CNSA یعنی اینٹی نارکوٹکس ایکٹ کے تحت ان مقدمات کا اندراج ہونے لگا ہے اور اس کی سماعت ایڈیشنل سیشن جج/سیشن جج کو دیے جانے کے لیے تحریک کر دی گئی ہے۔ حالانکہ ایسی ترامیم کے بجائے CNSA ایکٹ کے تقاضوں پر عمل کرنے کے لیے الفاظ ایڈیشنل و سیشن جج کی جگہ ایڈیشنل ضلعی فوجداری و ضلعی فوجداری سے مبدل کرنے سے دورکنی عدالتی نظام میں ہی سماعت رکھی جانی قرین انصاف ہے۔ لیکن گنگا الٹی بہانے کی سر توڑ کوشش ہے۔ بلکہ اس سے بھی آسان یہ ہے کہ امتناع منشیات ایکٹ میں بھی مناسب ترمیم کر کے دفعہ 9 سی اور CNSA طرز کی دفعات شامل کی جاسکتی ہیں جن میں کوئی قانونی الجھن نہیں ہے۔

ایک اور مثال: حکومت آزاد کشمیر ATA (اینٹی ٹیررازم ایکٹ) کے تحت دہشت گردی کے مقدمات کی سماعت کے لیے سیشن ججز کو ATA کورٹس کا درجہ دے کر انہیں مزید با اختیار بنا رہی ہے۔ اس کا نتیجہ عملی طور پر یہ ہوگا کہ اندراج مقدمہ کے وقت قتل کے مقدمات میں تھوڑی سی ہوشیاری کے ساتھ ATA کی دفعات لگا کر ضلعی فوجداری عدالت کے اختیار سماعت سے نکال کر سیشن جج کی طرف مقدمہ کو پھیر دیا جائے گا جس سے دورکنی عدالتی نظام کے اختیارات از خود کم ہو جائیں گے۔ حالانکہ تعزیرات آزاد کشمیر میں ہی اس نوع کی دفعات بذریعہ ترمیم شامل کی جاسکتی ہیں اور یہ طریقہ قانونی اور فطری تھا جسے جان بوجھ کر اختیار نہیں کیا گیا۔ اس طرح دورکنی عدالتی نظام کے اختیارات سلب کرنے کی سیکولر سوچ کام کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں مؤقر علماء کرام نے اپنے بیانات اور تحریروں میں قادیانی عنصر کی بھی نشاندہی کی ہے کہ ایک اسلامی نظام جو کامیابی سے چل رہا ہے، تمام ضابطوں اور قواعد کے اندر رہ کر کام کر رہا ہے، اسے قادیانی طبقہ، ملحدین اور اسلام دشمن عناصر نشانہ بنانے کے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اس نظام قضا کی برکت سے پورے خطہ کشمیر میں پرانے مقدمات قتل و جرح تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتے۔ جبکہ دیوانی مقدمات پچاس اور ستر سال پرانے ان عدالتوں میں تھوک کے حساب سے پائے جاتے ہیں۔

ترکی میں ناکام بغاوت کی پہلی سالگرہ

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

ترکی میں جمہوری حکومتوں کے خلاف فوج نے 1960، 1971 اور 1980 میں تین مرتبہ شب خون مارا، اور حکومت پر قبضہ کیا۔ گزشتہ سال بھی 15 /جولائی 2016 کو ترک فوج کے ایک گروہ نے بیرونی طاقتوں کی مدد سے طیب اردوان کی حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ بظاہر اِس بغاوت کا سبب یہ تھا کہ کچھ ہی دن پہلے حکومت نے فوج کے اختیارات میں کمی لانے کا بل منظور کیا تھا۔ جس کے تحت لامحدود اِختیارات کی مالک ترک فوج کے ترکی کی داخلی سیکورٹی میں اختیارات میں کمی لائی گئی اور جس کے تحت فوجی افسران کے ساتھ ساتھ فوجی جوانوں کے خلاف بھی صدر کی منظوری کے بعد مقدمات چلائے جاسکتے ہیں۔ اِس بغاوت میں نہ صرف فوج کا ایک طبقہ، بلکہ کئی خفیہ بیرونی عناصر کار فرما تھے۔ باغیوں نے باسفورس برج کو ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں سے بند کر دیا۔ استنبول میں اتاترک ایئرپورٹ پر قبضہ کر لیا۔ ایوانِ صدر اور پارلیمان محاصرہ میں آگئے۔ باغی فوج نے سرکاری ٹی وی کی نشریات بند کردیں اور تمام سرکاری نشریاتی ادارے قبضے میں لے لیے گئے۔ اس بغاوت میں کرنل رینک کے افسران شامل تھے۔ جنہوں نے استنبول کے فوجی مرکز میں ترک فوج کے سربراہ جنرل خلوصی آکار سمیت دیگر جرنیلوں کو یرغمال بنا لیا تھا۔ بعدازاں حکومتی حامی فوج نے کارروائی کرکے باغی فوجیوں سے یرغمالیوں کو چھڑا لیا۔ صدر طیب اردوان نے اس بغاوت کے خلاف عوام سے سڑکوں پر نکلنے کی اپیل کی۔ جس پر عوام گھروں سے باہر آئے اور مزاحمت کرتے ہوئے فوجی ٹینکوں کے آگے لیٹ گئے۔ بالآخر بغاوت پر مکمل قابو پالیا گیا۔ ترک قوم نے اپنے آئینی حق کو اِستعمال کرتے ہوئے جمہوریت اور ملک کو تحفظ دیا اور فیتو کی بغاوت کی کوشش کو ناکام بنادیا۔ ناکام بغاوت کے ایک سال مکمل ہونے کی خوشی میں صدر طیب اردوان نے ترک عوام سے یومِ فتح کو رقص وسرود کی بجائے درود وسلام پڑھ کر منانے کی اپیل کی۔ عام تعطیل کی گئی، جبکہ ملک میں مختلف تقریبات منعقد کی گئیں۔ ترکی کے اِکیاسی شہروں میں 86 ہزار 792 جامع مساجد میں بڑے بڑے اجتماعات میں لاؤڈ سپیکروں پر اللہ اکبر، سبحان اللہ اور درودِ پاک کا مسلسل وِرد کیا جاتا رہا۔

ترک صدر طیب اردوان نے قصر صدارت میں ناکام بغاوت کی پہلی سالگرہ کے موقع پر اپنے خطاب میں کہا کہ ترک عوام کی بہادری کا یہ اعلیٰ نمونہ ہماری جنگ آزادی کے جذبے اور وَلولے کی غمازی کرتا ہے، جبکہ ہماری قوم ایمانی طاقت و دینِ اسلام کی بقاوحرمت کی خاطر، عزم واِتحاد سے دشمنانِ وطن کے عزائم ناکام بنانے کی پوری طاقت رکھتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ گولن تنظیم کی بغاوت کی کوشش ناکام بنانے والے عوام خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔ برطانوی اخبار "گارڈین" میں چھپنے والے ایک مضمون میں ترک صدر نے مغربی ملکوں سے ناراضی کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ اِن ممالک نے ترکی کی دوستی کو دھوکا دیا اور یہ انتظار کرتے رہے کہ بغاوت کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ انھوں نے کہ کچھ ممالک نے تو فتح اللہ گولن کے ساتھیوں کو پناہ تک دے دی۔ انھوں نے بغاوت کی ناکامی کے بعد بڑے پیانے پر ہونے والی گرفتاریوں پر کی گئی تنقید کو مسترد کرنے ہوئے

کہا کہ یہ ناکامی جمہوریت کی تاریخ کا ایک اہم موڑ ثابت ہوا ہے۔ ناکام بغاوت کو ایک سال مکمل ہونے پر پارلیمنٹ کا خصوصی اجلاس ہوا۔ جس سے ترک صدر نے خطاب بھی کیا۔

صدر طیب اردوان کا یورپی ممالک سے اظہارِ ناراضی اور گلہ کرنا حق بجانب ہے، کیونکہ بغاوت کے دوران تمام یورپی ممالک نے مکمل چپ سادھ رکھی تھی اور عوام کی ایک منتخب کردہ حکومت کے خلاف غیر جمہوری اور دہشت گردانہ کارروائی پر خاموش رہ کر اِن بیرونی قوتوں نے نہ صرف باغیوں کا ساتھ دیا تھا، بلکہ تمام مغربی اخبارات و جرائد بشمول الیکٹرانک میڈیا باغیوں کے متشددانہ کارروائی کی مکمل حمایت کررہے تھے۔ حالانکہ ترکی نیٹو کا حصہ تھا، مگر امریکہ اور اُس کے اتحادی ترکی کی صورتِ حال پر مہر بلب، خاموش تماشائی تھے، بلکہ صدر طیب اردوان کے بقول بغاوت کی ابتدا ہی ترکی کے امریکی ہوائی اڈے سے ہوئی تھی۔ اُس نازک گھڑی میں عوامی قوت ہی نے طیب اردوان کا ساتھ دے کر حکومت کی بحالی میں اُن کا ساتھ دیا تھا، طیب اردوان عوام کی اس قربانی کا تذکرہ کرتے ہوئے اُسے ایمانی قوت سے تعبیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''اُس بغاوت کی رات لوگوں کے پاس بندوقیں نہیں تھیں، اُن کے پاس پرچم تھے اور اِس سے بڑھ کر اُن کے پاس ایمان تھا۔'' سچ ہے کہ ایمانی قوت ہی ٹینکوں کے آگے لیٹ جانے کا حوصلہ پیدا کرتی ہے۔

ترکی اردوان کی قیادت میں مسلسل ترقی کی منازل طے کررہا ہے۔ ملکی معیشت مضبوط سے مضبوط ترین ہورہی ہے۔ 2023 کا سال ترک حکومت کا ہدف ہے۔ جس کے بارے میں طیب اردوان نے اعلان کیا ہے کہ ترکی اس سال دنیا کی سب سے پہلی اقتصادی اور سیاسی قوت بن جائے گی۔ ترکی اب جی 20 ممالک کے گروپ میں بھی شامل ہوچکا ہے۔ دفاعی اعتبار سے ترکی کا شمار دنیا کی آٹھویں بڑی فوجی طاقت میں ہوتا ہے۔ انسانی امدادی و ترقیاتی امور میں عالمی سطح پر امریکہ کے بعد ترکی کا دوسرا نمبر ہے۔ داخلی مسائل سے نمٹنے کے بعد اَب بیرونی دنیا سے بھی ترکی کے تعلقات میں بہتری آئی ہے۔ باہم تعلقات کے فروغ اور قطر کے قضیہ کے حل کے لیے اردوان خلیجی ممالک کے دورہ پر روانہ ہورہے ہیں۔ ترکی اور اُس کے مغربی حلیفوں کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع ہوچکی ہے۔ بغاوت کی ناکامی پر ایک سال گزرنے پر جب ترک نژاد باشندوں نے تقریبات منانا چاہیں تو یورپ کے بیشتر ملکوں نے اُن کو اَیسا کرنے سے روک دیا۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ امریکہ اور یورپی دنیا ترکی کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خائف ہیں اور اُسے اپنے تزویراتی دام میں جکڑے رکھنے کے خواہش منداَور دوستانہ تعلقات کی بجائے محاذ آرائی جاری رکھنے کے خواہاں ہیں۔ ترکی ایک عرصہ سے یورپی یونین کا حصہ بننے کی تگ و دو میں مصروف رہا ہے، مگر اَب ترکی نے یورپی یونین پر اَپنا دوٹوک مؤقف واضح کردیا ہے۔ صدر رجب طیب اردوان نے بی بی سی کو بتایا ہے کہ اگر یورپی یونین یہ کہتی ہے کہ وہ ترکی کو ایک رکن کے طور پر قبول نہیں کرسکتی تو یہ ترکی کے لیے اِطمینان کا باعث ہوگا۔ یورپی یونین ترکی کیلئے ناگزیر نہیں۔ یورپ اتحاد نے ترکی کا وقت ضائع کیا ہے۔ اُن کا کہنا تھا ترکی اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہے۔ اِس کے بعد ہم اپنے پلان بی اور سی کا آغاز کریں گے۔ اردوان کا کہنا تھا کہ '' ترکی کی اکثریت اب یورپی یونین میں شمولیت نہیں چاہتی، اور انھیں یقین ہے کہ یورپی یونین کی ترکی کے حوالے سے سوچ مخلص نہیں ہے۔'' اب جبکہ دنیا میں مکالمہ اور مفاہمانہ رجحانات کی فضا ہموار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ امریکہ اور یورپی ممالک کو بھی ترکی کے ساتھ اختلافات کا دائرہ کم کرنے اور خیر سگالی کا ماحول پیدا کرنے کی طرف قدم بڑھانے کی ضرورت ہے۔

بھارتی وزیرِاعظم کا پہلا دورۂ اسرائیل، قادیانی قیادت کا پرتپاک استقبال

علی ہلال

بھارتی وزیراعظم نریندر مودی چار جون کو تین روزہ سرکاری دورے پر اسرائیل پہنچے جہاں ان کا استقبال کرنے والوں میں مقبوضہ فلسطینی شہر حیفا کے قادیانی مرکز کی پوری قیادت سب سے نمایاں تھی۔ عبرانی ذرائع ابلاغ میں الکبابیر کے قادیانی مرکز کے امیر شریف عودہ کی مودی کے ساتھ ملاقات کی تصاویر یہ شہ سرخیوں کے ساتھ شائع اور نشر ہوئیں۔ عرب ذرائع ابلاغ کے مطابق حیفا مشرق وسطی میں قادیانیت کے فروغ کا مرکزی پوائنٹ ہے جہاں سے پورے مشرق وسطی میں قادیانیت پھیلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حیفا میں قادیانیت کی بنیاد 1924ء میں قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے رکھی تھی۔ مرزا بشیر نے اسرائیل کے باقاعدہ قیام سے قبل برطانوی تعاون سے فلسطینی شہروں خلیل، رملہ، القدس اور حیفا کا دورہ کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فلسطینی علماء قادیانیت کے فریب سے واقف نہ تھے جس کا فائدہ اٹھا کر قادیانی خلیفہ کو فلسطینی مفتی اعظم کے گھر پر چائے کی دعوت میں مدعو کیا گیا تاکہ فلسطینی مسلمان دھوکے میں آ کر قادیانیت کے جال میں پھنس جائیں۔ فلسطین کے کامیاب دورے کے بعد مرزا بشیر الدین دمشق چلا گیا۔ تاہم دمشق کے مسلمان فلسطینیوں کی طرح بے خبر نہ تھے۔ انہوں نے اس ہوٹل کو گھیرا جہاں نبوت کے جھوٹے دعویدار کو ٹھہرایا گیا تھا۔ ایک گروپ نے ہوٹل کو دھماکہ خیز مواد سے اڑانے کی منصوبہ بندی بھی کر رکھی تھی، انٹیلی جنس رپورٹ سامنے آنے کے بعد اس وقت شام پر قابض فرانسیسی استعماری انتظامیہ نے مرزا بشیر الدین کی میزبانی سے معذرت کی اور اسے نکل جانے کو کہا، قادیانی وفد نے دمشق چھوڑ کر بیروت کا رخ کیا، وہاں سے فلسطینی شہر رملہ اور پھر دوبارہ حیفا سے ہوتے ہوئے مصر کے پورٹ سعید کا دورہ کیا۔ مرزا بشیر الدین نے واپس آ کر جلال الدین شمس نامی ایک قادیانی مبلغ کو فلسطین اور شام کے لئے نمائندہ بنا کر روانہ کیا جہاں اس نے برطانوی اور فرانسیسی انتظامیہ کے تعاون سے قادیانیت کے فروغ کے لئے کام کیا۔ رپورٹ کے مطابق اس وقت حیفا کے الکبابیر مرکز سے وابستہ قادیانیوں کی تعداد قادیانی ذرائع کے دعوؤں کے مطابق 5 ہزار ہے جن میں سے 3 ہزار حیفا جبکہ باقی ملکا، طولکرم، نابلس اور رملہ میں ہیں۔ چونکہ اسرئیل میں قادیانیوں کی اکثریت بھارتی ہے اس وجہ سے ان کے بھارتی حکومت اور انٹیلی جنس کے ساتھ مضبوط روابط ہیں یہ لوگ اسرائیلی حکومت اور عسکری اداروں میں انتہائی حساس اور اہم ترین عہدوں پر فائز ہیں۔ یہاں تک کہ اسرائیلی پارلیمنٹ کے عرب گروپ میں بھی کئی

قادیانی ممبران بھی شامل ہیں جو مقبوضہ علاقوں کے مسلمانوں کو دھوکہ دے کر ووٹ لیتے ہیں۔ خیال رہے کہ بھارتی وزیر اعظم نے دورہ اسرائیل کے موقع پر 5 ہزار بھارتی باشندوں سے خطاب کیا جبکہ ان یہودی نمائندوں سے بھی خصوصی ملاقاتیں کیں جو اسرائیل کے قیام کے بعد بھارت چھوڑ کر اسرائیل چلے گئے تھے۔ اسرائیل میں بھارت سے جانے والے یہودیوں کی اس وقت تعداد 70 ہزار سے 1 لاکھ کے درمیان ہے۔ بھارتی وزیر اعظم نے ممبئی حملے میں بچ جانے والے اسرائیلی شہری ہولز برگ موشے سے ملاقات بھی کی اس کے والدین ان آٹھ اسرائیلیوں میں شامل تھے جو نومبر 2008ء کے دہشت گرد حملوں میں ہلاک ہوگئے تھے بھارتی وزیر اعظم رملہ نہیں گئے جہاں سے فلسطینی انتظامیہ فلسطینی علاقوں کا انتظام سنبھالتی ہے اور جو فلسطین کا غیر سرکاری دارالحکومت بھی ہے۔ اسرائیل کا دورہ کرنے والے غیر ملکی رہنما اکثر رملہ کا دورہ کرتے ہیں تاکہ سیاسی تعلقات میں ایک توازن رکھا جا سکے اور بہت سے رہنماؤں نے مودی کے فسلطینی علاقوں کو نظر انداز کرنے کے فیصلے پر تنقید کی ہے۔ خیال رہے کہ بھارت کے کسی بھی وزیر اعظم کا یہ پہلا دورہ اسرائیل ہے جس کے باعث دونوں ممالک کے تجربہ کار ذرائع ابلاغ اور سیاسی اور دفاعی ماہرین اس دورے کو ایک غیر معمولی اہمیت کا حامل قرار دے رہے ہیں۔ دونوں ممالک کے رہنماؤں کی طرف سے دیئے گئے بیانات میں اس دورے کو تاریخی کہا جا رہا ہے۔
مودی کا دورۂ اسرائیل ایک خصوصی مناسبت سے ہے، چار جون کو بھارت اسرائیل سفارتی تعلقات کے باقاعدہ قیام کی پچیسویں سالگرہ تھی۔ فلسطینی قیادت بھارت اور اسرائیل کے درمیان عسکری معاہدوں اور انٹیلی جنس شیئرنگ پر شدید خوف زدہ ہے اور ان کو خدشہ لاحق ہوا ہے کہ بھارت اسرائیل کے ساتھ بڑھتی ہوئی دوستی میں مسئلہ فلسطین پر اپنے سابقہ مؤقف سے ہٹ سکتا ہے۔ اسی خدشے کی بنا پر عرب ذرائع ابلاغ نے شاید پہلی مرتبہ بھارتی حکومت کی پالیسی پر تنقید کی ہے۔ اس سے قبل فلسطین عرب سمیت تمام عرب ممالک بھارت کی عظمت کے قصیدے گاتے رہے ہیں تاہم یہ پہلی مرتبہ ہے کہ فلسطینی ذرائع ابلاغ میں بھارت کے خلاف تنقید دیکھی جا رہی ہے۔ ماضی میں پاکستان مخالف سرگرمیوں میں ملوث رہنے والی فلسطینی تنظیم پاپولر فرنٹ برائے فلسطین لبریشن کی قیادت کو بھی بھارت کی اسرائیل نوازی پر شدید ندامت اور پریشانی ہے۔ یاد رہے کہ فلسطینی تنظیم پی ایل او سے وابستہ پاپولر فرنٹ کا جارج حبش ونگ ماضی میں بلوچستان کے بلوچ باغیوں کو پاکستان کے خلاف عسکری تربیت دیتا رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی وزارت خارجہ کے ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل مارک سوفر نے کہا کہ بھارت اور اسرائیل دونوں کو ایک جیسے دشمن کا سامنا ہے۔ ہماری نظر میں حماس اور لشکر طیبہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(مطبوعہ: روزنامہ ''اوصاف کراچی'' 9 جولائی 2017)

مودی' یہودی' قادیانی گٹھ جوڑ

نوید مسعود ہاشمی

روزنامہ اوصاف نے روزِ اوّل سے ہی اسلام' مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف قادیانی سازشوں کو بے نقاب کرنا شروع کر رکھا ہے... روزنامہ اوصاف کے اس ''تعاقب'' سے گھبرا کر گزشتہ سال چناب نگر سے قادیانی جماعت کے ترجمان نے چیف ایڈیٹر محترم مہتاب خان کے نام لکھے جانے والے اپنے خط میں دیگر کئی اعتراضات کے ساتھ یہ شکوہ بھی کیا تھا کہ آپ کے لکھاری قادیانیوں کا اسرائیل سے تعلق جوڑتے ہیں اس کا اگر ثبوت ہے تو پیش کیا جائے. ثبوت تو اس سے قبل بھی ہم نے انہی صفحات پر بہت سے پیش کئے اور آج ایک دفعہ پھر اس سلسلے کا تازہ ترین ثبوت پیش خدمت ہے۔

8 رجولائی کو مسلمانوں کا بدترین دشمن اور سیاہ باطن نریندر مودی جب اسرائیلی دارالحکومت کے ''بن گوریان ائیر پورٹ'' پر پہنچا تو وہاں اس کے استقبال کے لئے دوسرے اسرائیلی حکام کے ساتھ ساتھ اسرائیل کے قادیانی ٹولے کے سربراہ شریف عودے نے بھی بڑی گرم جوشی سے مودی کا استقبال کیا' دلچسپ بات یہ ہے کہ اسرائیلی قادیانی سربراہ کا ''مودی'' سے تعارف اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے کروایا۔ قادیانی ٹولے کے سرغنے شریف عودے نے مودی سے پرجوش انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ ''آپ کا بہت شکریہ کہ آپ بھارت میں ''قادیانی'' برادری کی بھرپور حمایت اور سپورٹ کرتے ہیں'' جواب میں مودی نے مسکراتے ہوئے قادیانی ٹولے کے سربراہ کو کہا کہ ''اس کی حکومت بھارت میں قادیانیوں کے ساتھ نہ صرف قریبی تعلقات استوار رکھے گی... بلکہ قادیانیوں کی بھرپور سپورٹ بھی جاری رکھی جائے گی۔'' اور پھر نریندر مودی اور قادیانی شریف عودے مل کر قہقہے لگاتے رہے... امریکی پٹاری کے دانش چور اور بھارتی پٹاری کے جوخر کار دن' رات دجالی چینلز کے سٹوڈیوز میں بیٹھ کر مرزا غلام قادیانی دجال کی ذریت کی مظلومیت کی خود ساختہ قصے کہانیاں سناتے ہوئے نہیں تھکتے... وہ بتائیں کہ خدا کے غضب کی شکار یہودی قوم سے قادیانیوں کا کیا تعلق اور رشتہ؟ یہودی نتین یاہو' دہشت گرد ہندو نریندر مودی اور قادیانی شریف عودے کیا ہم ان تینوں کو ہی مظلوم سمجھ لیں۔

کہا جاتا ہے کہ قادیانی شریف عودے اور فلسطینی علماء کرام اور مفتیان میں کئی مرتبہ مناظرے بھی ہوئے... جبکہ ان مناظروں میں بھی اسرائیلی حکومت نے قادیانی شیطانوں کی مکمل حمایت کی' ایک رپورٹ کے مطابق' پروفیسر آئی ٹی نے اپنی کتاب ''اسرائیل اے پروفائل'' میں انکشاف کیا تھا کہ اس وقت اسرائیل کی مسلح افواج میں کم و بیش 300 قادیانی خواتین اور 300 قادیانی مرد شامل ہو کر خدمات سرانجام دے رہے ہیں' جن کا تعلق پاکستان سے ہے' رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال جولائی میں مقبوضہ فلسطینی شہر ''حیفا'' میں منعقدہ سالانہ جلسے میں پاکستان کے قادیانی وفد نے بھی شرکت کی

تھی' حیرت در حیرت اسرائیل میں قادیانیوں کی چلت' پھرت' اٹھک' بیٹھک اور یہودیوں سے ان کے تعلقات کی مضبوطی کا عالم یہ ہے کہ ... بن گوریان ائیر پورٹ پر اسرائیلی اعلیٰ حکام کے ساتھ مودی کے استقبال کے لئے قادیانی ٹولے کا سرغنہ بنفس نفیس موجود تھا۔ لیکن ہمارے سیکولرز، لبرلز اور ڈالر خور این جی اوز کے گماشتے ... اس کے باوجود قادیانی مظلومیت کا ڈھونڈ را پیٹتے ہوئے نہیں تھکتے۔

بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کے دورہ اسرائیل کے موقع پر ... اسرائیل کا یہ کہنا کہ ''وہ بھارت کو پاکستان سے درپیش دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے مکمل اور غیر مشروط حمایت جاری رکھے گا... اسرائیل کا یہ بھی کہنا تھا کہ بھارت اور اسرائیل دونوں ہم خیال ہیں... جنہیں دہشتگردی کے خلاف مشترکہ جدوجہد کرنی ہے' دوسری طرف بدنام زمانہ قاتل مودی نے بھی اپنے زبردست استقبال سے خوش ہو کر کہا کہ ''میرا دورہ تاریخی ہے... کیونکہ بھارت اور اسرائیل ایک دوسرے کے لئے ہیں۔''

گزشتہ 7 دہائیوں میں نریندر مودی پہلا بھارتی وزیراعظم ہے کہ جس نے اسرائیل کا دورہ کیا... اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو' بھارتی وزیراعظم نریندر مودی اور قادیانی دجالوں کی اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے... آپ اندازہ لگایئے کہ نریندر مودی کشمیر میں جاری تحریک جہاد کے خلاف اسرائیل سے مدد طلب کرنے وہاں گیا.. کشمیریوں کی مختلف تنظیمیں مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کے مظالم کے خلاف برسرپیکار ہیں... یہ وہ تنظیمیں ہیں کہ جن کو کشمیری عوام کی مکمل حمایت حاصل ہے۔

مودی' کشمیری عوام کی حمایت یافتہ ان جماعتوں اور کشمیری عوام کے خلاف مدد مانگنے کے لئے اسرائیل میں یہودی دہشت گردوں کے پاس جا پہنچا ہے... خوفناک زمینی حقیقت یہ بھی ہے کہ یہی وہ کشمیری جہادی تنظیمیں ہیں کہ جن کے خلاف پاکستان میں موجود بھارتی لابی کے خرکار! بھی شور و غوغا برپا کیے رکھتے ہیں۔

پاکستان میں موجود ڈالر خور این جی اوز بھارتی لابی' نریندر مودی' نیتن یاہو اور قادیانی شریف عودے کے خیالات اور نظریات میں اتنی یکسانیت کا پایا جانا قابل فہم ہے اور وہ اس طرح سے کیونکہ یہ سارے ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

مسلم امہ' نہ حماس کو دہشت گرد سمجھتی ہے' نہ جیش محمدؐ حزب المجاہدین یا لشکر طیبہؒ بلکہ دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد تو امریکہ' اسرائیل اور بھارت خود ہیں... امریکہ نے عراق سے لے کر افغانستان تک بیس لاکھ کے لگ بھگ بے گناہ انسانوں کا قتل عام کیا۔ اسرائیل نے ہزاروں بے گناہ فلسطینیوں کو انتہائی ظالمانہ انداز میں شہید کیا... جبکہ بھارت صرف نے مقبوضہ کشمیر میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کا قتل عام کیا... ان دہشت گردوں اور مسلمانوں کے قاتلوں کی گود میں بیٹھ کر اگر قادیانی ٹولہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرے گا تو ان سازشوں پر نظر رکھنا بھی مسلمان ممالک کے حکمرانوں اور اسلامی میڈیا کی ذمہ داری بنتی ہے۔

تحریک آزادی وقیام پاکستان میں علماءِ حق کا کردار

محمد یوسف شیخو پوری

ہندوستان میں تحریک آزادی سے لے کر قیام پاکستان تک علماء حق نے جو کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے تاریکیوں کے ہجوم میں روشنیوں کا مینارہ ہے۔ آیئے اختصار کے ساتھ اس بارے چند باتیں ذہن نشین کریں۔

اس برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی حکومت تھی ۱۶۰۰ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام پر تجارت کی غرض سے انگریز ایشیا میں داخل ہوا رفتہ رفتہ سازشوں کا جال بچھا کر انگریز نے اپنی حالت کو مستحکم کیا، اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور بہت سے علاقوں پر انگریز قابض ہوگیا اور اپنی سازشوں کو وسیع کرتے ہوئے بنگال اور میسور کی طرف بڑھا۔ میر جعفر کی غداری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۷۵۷ء میں نواب سراج الدولہ اور میر صادق غدار کو ساتھ ملا کر حیدر علی کے بیٹے فتح علی سلطان ٹیپو کو شہید کر کے اپنا تسلط جمایا حتیٰ کہ ۱۸۴۳ء میں سندھ پر حکومت کی، پھر پنجاب کی طرف بڑھا اور ۱۸۵۷ء تک پورے جنوبی ایشیا پر حکومت کر لی، جو سوداگر بن کر آئے تھے اب پورے ہندستان اور جنوبی ایشیا پر قابض ہو چکے تھے۔ ان حالات میں آزادی کا تصور کسی کے حاشیہ خیال میں نہ تھا۔ سات سمندر پار آنے والے گورے نے یہ نعرہ لگایا کہ آج سے ہندوستان ہمارا ہے بلکہ تکبر و غرور میں ایک گورے نے یوں کہا ''اگر آسمان بھی اس پر گرنا چاہے تو ہم اسے اپنے سینگوں کی نوک پر روک لیں گے'' لیکن لِکُلِّ فِرعَوْن موسیٰ کے تحت ۱۷۲۸ء میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور آپ کا خاندان اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے میدان میں آئے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے انگریز کے خلاف فتویٰ دیا کہ مسلمان اب دارالحرب میں ہیں۔ یہ حقیقت میں جنگ آزادی کا پہلا نعرہ تھا۔ چلتے چلتے سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی قیادت میں اہل حق کا قافلہ دہلی سے تا جکستان کے راستے سے ہوتا ہوا سندھ میں داخل ہوا اور کوئٹہ چمن کے راستے سے افغانستان پہنچا وہاں قندھار کے جانبازوں کو ہمراہ لے کر یہی لوگ پشاور اور بالاکوٹ کی وادیوں میں نعرۂ آزادی بلند کرتے ہیں لیکن چند غداروں کی غداری کی وجہ سے ۱۸۳۰ء میں ان سپہ سالاروں کو خاک وخون میں تڑپا دیا گیا اور آزادی کی شمع گل ہو کے رہ گئی۔

لیکن ابھی زیادہ عرصہ نہیں بیتا تھا کہ ۱۸۵۷ء میں علماء اہل حق کی کوششوں سے مسلم امہ پوری طرح بیدار ہو چکی

تھی۔انگریز کے خلاف نفرت وبغض کا جذبہ کھولتے ہوئے پانی کی طرح ابل رہا تھا اور انگریز ظالم نے مسلمانوں کو ہر طرح سے کمزور کرنے کی کوشش کی ہوئی تھی بالخصوص گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی کی چالاکیاں بڑھتی جارہی تھیں حتیٰ کہ انھوں نے مذہبی معاملات میں بھی مداخلت شروع کر دی تھی۔ بالآخر میرٹھ سے جنگ کے شعلے بھڑکے اور پورے جنوبی ایشیاء میں پھیل گئے۔علماء حق علَم حریت لے کر اٹھ کھڑے ہوئے،تھانہ بھون کی بستی میں علماء کرام جمع ہوئے کہ انگریز کو کس طرح یہاں سے نکالا جائے اس موقع پر ایک بزرگ یوں گویا ہوئے کہ انگریز سے مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ان کی بات سنتے ہوئے ایک ستائیس سالہ نوجوان جذبہ جہاد سے سرشار مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تڑپ کر بولے'' کیا ہم بدر میں لڑنے والوں سے بھی زیادہ بے سروسامان ہیں'' تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہا اللہ کو امام اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو سپہ سالار اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کو قاضی مقرر کر کے مولانا منیر نانوتوی اور حافظ ضامن شہید رحمہما اللہ کو افواج کے دو حصوں کا افسر متعین کر کے جہاد کی کارروائیاں شروع کردیں گئیں۔لیکن اسباب ووسائل کی قلت اور سکھوں کی مخالفت کی وجہ سے انگریز کے خلاف علَمِ بغاوت بلند کرنے والے ان اہل حق کی کوششیں کامیابی کو نہ چھو سکیں اور پھر انگریز کی ظلم کی چکیاں ان پر مزید تیز تر ہوگئیں۔

انگریز نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نظریاتی طور پر مسلم امہ کو اپنا غلام بنانے کے لیے ایسے لوگ تیار کیے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر انگریز کے نظریات کی ترویج کریں اور مرزا غلام احمد قادیانی،سرسید احمد جیسے لوگوں کو تیار کیا جنھوں نے جہاد کی تنسیخ کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ قافلہ اہل حق کو غدار قرار دیا اور قولاً عملاً انگریز کے نظریات کی اشاعت کی۔حتی کہ لارڈ میکالے نے نعرہ لگایا کہ'' ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ ونسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں اور ذہن ودماغ کے اعتبار سے انگلستانی ہوں''۔

مسلمانوں پر یہ بڑا سخت وقت تھا کہ ان کو محض اسلام سے وابستگی کی سزا دی جارہی تھی۔کہیں پر کالا پانی،کہیں پر کال کوٹھڑیاں کھول دی گئیں۔علماء اہل حق نے نظریاتی سرحدات کی حفاظت کرتے ہوئے اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے غلبۂ اسلام کا بیڑا اٹھایا اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ نے ۳۱رمئی ۱۸۶۷ء کو یوپی کے علاقے دیوبند میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور یہ اعلان کیا'' ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ ونسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں اور ذہن ودماغ کے اعتبار سے اسلامی ہوں'' اور انار کے درخت کے نیچے بیٹھ کر محمود نامی استاد نے محمود نامی شاگرد کو پہلا سبق پڑھایا۔علماء اہل حق کی محنت سے مولانا محمد قاسم نانوتوی کا لگایا ہوا پودا انگریز کے خلاف بہت بڑا محاذ ثابت ہوا اور ایسا تناور درخت بنتا جارہا تھا جس کے پھلوں سے پورے برصغیر میں بستی بستی اسلام سے لوگوں کا رشتہ مضبوط ہو

رہا تھا حتیٰ کہ پہلا پہلا طالب علم جو بعد میں شیخ الہند مولانا محمود حسن کے نام سے مشہور ہوئے انگریزوں کو برصغیر سے نکالنے کے لیے باقاعدہ تحریک ریشمی رومال چلا کر کارروائیاں شروع کرتے ہیں۔ جب یہ مکہ میں پہنچتے ہیں تو سلطنت عثمانیہ کے تاجدار چل کر آتے ہیں اور ملاقات کر کے یہ طے کرتے ہیں کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم سے انگریز کا خاتمہ کیا جائے۔

ان اکابر کی محنت سے انگریز کی حکومت کمزور اور ہندوستان میں آزادی کی تحریک شروع ہو چکی تھی جن میں ایک مسلم لیگ کے نام سے تحریک تھی جبکہ دوسری طرف کانگریس سیاسی جماعت بھی تھی جو تمام اقوام کی نمائندگی کی دعویدار تھی۔ ۱۹۱۵ء میں لکھنؤ کے مقام پر مسلم لیگ اور کانگریس کا مشترکہ اجلاس ہوا جس کے فیصلے کو میثاقِ لکھنؤ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مسلم لیگ دوقومی نظریے کی حامل تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستان میں دو قومیں یعنی مسلم اور کافر اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ہم علیحدہ ملک بنائیں گے جس میں مسلمان آزادی سے اپنے دین پر چلیں گے۔ ان کی قیادت جناب مسٹر محمد علی جناح، لیاقت علی خان، نواب سلیم اللہ، خواجہ ناظم الدین وغیرہ دیگر حضرات کر رہے تھے جن کی اکثریت دینی زندگی سے عاری تھی۔ صرف روایتی مسلمان تھے اسلام کے تقدس اور اس کی اہمیت و قیمت سے واقف نہ تھے۔ جب ان حضرات نے نعرہ لگایا پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللّٰہ تو لوگ حیران تھے جن کی اپنی شکل وصورت اور بود وباش اسلامی نہیں وہ اسلام کے دعویدار کیسے ہیں؟ چنانچہ مذہب کے راستے مسلمانوں کی حمایت اور مقبولیت حاصل کرنے کے لیے لیگی رہنماؤں نے علماء کو ساتھ ملایا، بالآخر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے متوسلین نے ان کی حمایت کا اعلان کیا تو اب تحریک آزادی و تقسیم ہند کو عروج ملا۔ آگے علماء ہوتے پیچھے یہ لوگ تو عوام الناس میں مقبولیت ملی اور یہ تحریک زور پکڑتی گئی۔ حتیٰ کہ ۱۹۴۵ء میں جمعیت علماء اسلام کے نام پر ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی اور اس تحریک کو مزید تیز کیا۔ جناب محمد علی جناح جو سیاست کو مذہب سے الگ رکھنے پر مصر تھے حضرت تھانوی اور ان کے وفد مثلاً مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا شبیر علی تھانوی اور مولانا مفتی محمد شفیع نے ملاقاتیں کیں اور ان سے منوایا کہ سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے۔ (تعبیر پاکستان وعلماء ربانی ص:۳۸) یہ تمام حضرات دراصل اسی زنجیر کی کڑی ہیں جس میں حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ اسماعیل شہید، سید احمد شہید، حاجی امداد اللہ مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا عبیداللہ سندھی رحمہم اللہ وغیرہ شامل تھے۔ علماء کے فیصلے سے برصغیر کے طول وعرض میں یہ نعرہ گونجنے لگا ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' اور وہ شخص جس کے سوٹ بوٹ پر انگریز رشک کرتے تھے ٹوپی شیروانی اور شلوار قمیص میں ملبوس نظر آنے لگا۔ (بے تیغ سپاہی ۴۵۹۔۴۱۳) ان علماء نے ملک بھر میں طوفانی دورے کیے جن کی وجہ سے مسلم لیگ کو ایک نمائندہ جماعت تسلیم کیا گیا ۱۹۴۶ء کے ریفرنڈم میں توقع سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ انہی علمائے حق کی انتھک محنتوں

اور قربانیوں سے ۱۴؍ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ مغربی پاکستان کراچی میں سب سے پہلے علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور مشرقی پاکستان ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے پرچم کشائی کی جو ان علماء کرام کی پُرخلوص قربانیوں کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ قیام پاکستان کے بعد مبارکبادی کے لیے مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا شبیر علی تھانوی اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ وغیرہ کی قیادت میں ایک وفد بانئ پاکستان جناب محمد علی جناح کے پاس پہنچا تو انھوں نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور کہا حضرات مبارکباد کے مستحق حقیقت میں آپ لوگ ہیں۔ اگر آپ کی کاوشیں اور محنتیں نہ ہوتیں تو کبھی پاکستان وجود میں نہ آتا۔ حتیٰ کہ ایک سال کے بعد جب ۱۱؍ ستمبر ۱۹۴۸ء کو بانئ پاکستان محمد علی جناح کا انتقال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ بھی علامہ شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی۔ ان عاملینِ قرآن وسنت نے ایسے سینہ سپر ہو کر میدان میں اتر کر قربانیاں دیں جس نے تاریخ کے دھاروں کے رخ موڑ دیے اور اپنی حق گوئی اور بے باکی، جانبازی و جاںنثاری سے وہ تاریخ رقم کی جو رہتی دنیا تک مشعل راہ ثابت ہوگی۔

سوال کیا جاتا ہے کہ علماء دیوبند سے تعلق رکھنے والے حضرات پاکستان کے وجود کے مخالف تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ علماء دیوبند میں سے بعض حضرات بالخصوص شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ مسلم عوام کی اخلاقی حالت سے مطمئن نہ تھے اور یہ کہتے تھے کہ مسلمانوں میں ابھی ایک مملکت کو اسلامی حیثیت سے چلانے کی استعداد پیدا نہیں ہوئی۔ لیگی رہنما جب اپنی ذاتی زندگیوں میں اسلام نافذ نہیں کر سکے تو اجتماعی زندگی میں اسلامی قانون کا نفاذ کیسے ہوگا؟ اور بعد میں پیش آنے والے واقعات نے ان حضرات کے موقف کی تائید بھی کر دی ہے۔ یہ حضرات اسلامی مملکت کے قیام کے ہرگز ہرگز مخالف نہ تھے یہ تو ایسا پاکیزہ مقصد ہے کہ کسی ادنیٰ سے مسلمان کو بھی اس میں اختلاف نہیں ہو سکتا بلکہ یہ دیانت داری سے یہ سمجھتے تھے کہ جن حضرات کے ہاتھ میں مطالبہ پاکستان کی تکمیل ہے کیا وہ واقعتہً اسلامی حکومت قائم کر سکیں گے؟ اس کے لیے جس جرأت، للّٰہیت، تقویٰ واخلاص، علم وفضل، عقیدہ وعمل اور عزیمت وقربانی کی ضرورت ہے وہ چونکہ ان حضرات میں مفقود ہے اس لیے تقسیم ہند کے نتیجہ میں ایک خطہ تو ضرور مل جائے گا مگر اس میں احکام الٰہیہ اور شریعت محمدیہ کا اجراء نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ ۲۶؍ اپریل ۱۹۴۶ء کو اردو پارک دہلی میں مجلس احرار اسلام کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں پانچ لاکھ کے قریب لوگ جمع تھے۔ یہ دہلی کی تاریخ کا منفرد اجتماع تھا جس میں اسٹیج پر مولانا ابوالکلام آزاد مولانا حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، ماسٹر تاج الدین انصاری اور شیخ حسام الدین رحمہم اللہ جیسے حضرات موجود تھے۔ حضرت امیر شریعت نے اپنے مخصوص انداز سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''اس وقت تقسیم ہند کی باتیں چل رہی ہیں قطع نظر اس کے کہ اس کا انجام کیا ہوگا مجھے پاکستان بن جانے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات پر کہ صبح سورج مشرق سے طلوع ہوگا لیکن یاد رکھو یہ وہ پاکستان نہیں ہوگا جو دس کروڑ مسلمانانِ ہند کے ذہن میں ہے ان مخلص نوجوانوں کو کیا معلوم کل ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ کوئی آج مجھے اس بات کا یقین دلا دے کہ کل کو اس کی کسی ایک گلی میں بھی شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہونیوالا ہے تو رب کعبہ کی قسم میں آج ہی اپنا مشن تبدیل کرنے کو تیار ہوں'' (روزنامہ الجمعیت دہلی)۔

جہاں تک مسلمانوں سے محبت اور ان کی حفاظت کا تعلق ہے تو اس کا اندازہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے جب اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے تلوار گھما کر مسلمانوں کو خون کی ندیاں بہانے کی دھمکی دی تو حضرت امیر شریعت نے فرمایا:

''او ماسٹر جی! ہوش کے ناخن لو! کیا کہتے ہو؟ جس قوم کے فرزند خون کے سمندر میں تیرتے ہوں تیری ننھی منی ندیوں سے نہیں ڈرتے'' پھر فرمایا ''مسٹر محمد علی جناح کے مقابلے میں تارا سنگھ کی تلوار اٹھے گی تو اس کے مقابلے میں پہلے بخاری آئے گا'' (فرموداتِ امیر شریعت، ص:۷۵)

یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کو ان حضرات نے بسر وچشم تسلیم کیا بلکہ اسے مسجد کی حیثیت دے کر اس کے تقدس کو اجاگر کیا اور پاکستان کی سلامتی اور استحکام کے تحفظ کو مسلمانوں کا ملی فریضہ قرار دیا۔ ایک موقع پر شاہ جی نے فرمایا:

''تم میری رائے کو خود فروشی کا نام نہ دو، میری رائے ہار گئی اور اس کہانی کو یہیں دفن کر دو۔ اب پاکستان نے جب بھی پکارا واللہ! باللہ! میں اس کے ذرے ذرے کی حفاظت کروں گا۔ الغرض یہ صرف رائے کا اختلاف تھا، یہ حضرات فرماتے تھے تھوڑی ہمت اور کرلیں انگریز دم توڑ چکا ہے اور پورے برصغیر کی آزادی ہو ضرر کو دفع کرنا منفعت حاصل کرنے سے پہلے ضروری ہے اگر آگ لگ جائے تو پہلے آگ بجھایئے پھر اپنی زمینوں کو تقسیم کیجئے۔ اگر آپ مریض ہیں تو پہلے مرض کو دفع کیجئے پھر تقویت کی فکر کیجئے گا (مکتوبات شیخ الاسلام، ص:۱۰۶)

not found.

یوم آزادیٔ پاکستان

عبدالمنان معاویہ

اگست کا مہینہ آتے ہی تقریبات بسلسلہ یوم آزادی بڑے زور وشور سے منعقد کی جاتی ہیں اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ساتھ تجدیدِ عہد وفا کیا جاتا ہے۔لیکن ہم نے جب اپنی بساط کے مطابق تاریخ پاکستان کا مطالعہ کیا،تو ہم پر یہ منکشف ہوا کہ جس پاکستان کے لیے ہمارے بزرگوں نے قربانیاں دی تھیں وہ یہ پاکستان نہیں ہے، بلکہ وہ گُم ہوگیا ہے ۔ہوسکتا ہے کوئی صاحبِ بصیرت ہماری باتوں کو دیوانے کی بڑ سمجھے،اس لیے مناسب ہے کہ ہم یہ بتائیں کہ کس پاکستان کا وعدہ کیا گیا تھا۔بانی پاکستان جناب محمد علی جناح مرحوم کی تقریروں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمالیجئے۔

بانیٔ پاکستان نے نومبر ۱۹۳۹ء بروز عیدالفطر بمبئی میں فرمایا:''مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے ،ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں ،قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ ،مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کرسکتی''۔(کردارِ قائداعظم ،ازمنشی عبدالرحمٰن خان:۱۵۸)

ایک دوسرے موقع پر مزید واشگاف الفاظ میں فرمایا:''قرآن مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے، مذہبی، سماجی ،شہری،فوجی ، کاروباری، عدالتی،تعزیری اور قانونی ضابطہ حیات، جو مذہبی تقاریب سے لے کر جسم کی صحت تک تمام افراد سے لے کر ایک فرد کے حقوق تک ،اخلاق سے لے کر جرم تک ۔اس دنیا میں جزاوسزا سے لے کر اگلے جہان کی جزاوسزا تک حد بندی کرتا ہے''۔(پیام عید،۱۹۴۵ء بحوالہ ایضاً)

آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن جالندھر کی صدارتی تقریر کرتے ہوئے ۱۹۴۳ء میں جناب محمد علی جناح نے واضح اعلان کیا کہ:''مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرزِ حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کا طرزِ حکومت متعین کرنے والا میں کون ہوں؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے اور میرے خیال میں مسلمانوں کے طرزِ حکومت کا آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصلہ کردیا تھا''۔(ایضاً:۱۵۹)

بانیٔ پاکستان محمد علی جناح کے علاوہ نوابزادہ لیاقت علی خان جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے جلسہ تقسیم اسناد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:''اس وقت ہماری قوم کے سامنے سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کن اصولوں پر اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جائے گی؟اس سوال کا جواب مسلمان کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو سال قبل دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغام الٰہی لائے تھے وہ اب ہمارے پاس موجود ہے وہ دنیا کی عظیم المرتبت کتاب قرآن مجید ہے جو بنی نوع انسان کی ہدایت ورہنمائی کے

لئے موجود ہے۔ اللہ ہی ہمارا بادشاہ ہے اور وہی ہمارا حکمران ہے''۔ (ایضاً: ۱۶۰)

اسی طرح نواب محمد اسماعیل خان صدر مجلس عمل آل انڈیا مسلم لیگ نے ۱۱ نومبر ۱۹۴۵ء کو علماء کرام سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ: ''لیگ کا نصب العین پاکستان ہے اور لیگ اس پر تلی ہوئی ہے کہ اس سرزمین میں اسلام کی اساسی بنیادوں پر شریعت مطہرہ کی حکومت قائم کرے''۔ (ایضاً: ۱۶۱)

بانیانِ پاکستان کے ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ ملک پاکستان کو بنانے کا واحد مقصد اس سرزمین پر اسلامی نظام حکومت کا عملی نفاذ تھا اسی لیے مسلم لیگی رہنما قرآن حکیم، حدیث نبویہ اور خلافت راشدہ کی مثالیں اپنی عوامی تقریروں میں بکثرت دیا کرتے تھے۔ لیکن ان بیانات والا پاکستان کہیں مل نہیں رہا، اگر کسی صاحب کو ملے تو برائے مہربانی اسلام کے نام پر ہجرت کرنے والے لوگوں کی نسلِ نو کو مطلع فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جیسا بھی ہے، پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ اور نفاذ اسلام ہی کے لئے لوگوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیے تھے۔ تاریخ کے اوراق ہمیں بتاتے ہیں کہ ۳۶-۱۹۳۵ء کے الیکشن مسلم لیگ ہار گئی تھی۔ اور کانگریس بھاری سیٹوں سے جیتی، اُس وقت تک مسلم لیگ نے پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند نہیں کیا تھا۔ لیکن اِس کے بعد جب مسلم لیگ نے نعرہ بلند کیا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ تو مسلمانوں نے بغیر کسی جھجک کے مسلم لیگ کو ووٹ دیئے، اور ۴۶-۱۹۴۵ء کے الیکشن میں مسلم لیگ بھاری سیٹوں سے جیتی بالآخر ۱۹۴۷ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا۔

لاکھوں جانوں کی قربانیوں اور ہزاروں خواتین کی عصمتوں کے لٹ جانے کے بعد ملک پاکستان بنا اور مسلمان اپنا سب کچھ چھوڑ کر اس خطہ میں آ کر آباد ہوئے لیکن باعث افسوس امر ہے کہ ۷۰ سال مکمل ہونے کے بعد بھی اس خطۂ زمین پر اسلامی نظام نافذ نہ ہوسکا، سودی نظام کو ختم کرنے کے بجائے مسلم لیگ ہی کی حکومت سودی نظام کی وکیل صفائی بنی ہوئی ہے اور دفاع کر رہی ہے۔ دو قومی نظریہ جسے بڑے شد ومد سے پیش کیا گیا تھا، آج اُسی پاکستان میں پاکستان پیپلز پارٹی کے بلاول بھٹو زرداری صاحب نے ہولی میں شریک ہو کر ہندوؤں کی ثقافت میں شریک محفل نہیں بلکہ جانِ محفل بن کر دو قومی نظریہ کی دھجیاں اڑا دیں، جب علماء کرام کہتے تھے کہ ہندو اور مسلم اس سرزمین پر صدیوں سے رہ رہے ہیں، اور آئندہ بھی رہتے رہیں گے، تو دو قومی نظریہ پیش کیا گیا، اب وہ دو قومی نظریہ کہاں ہے..؟ مقصد وجودِ پاکستان اب تک مفقود ہے تو دوسرے لفظوں میں پاکستان کو اس کے قیام کے مقصد سے ہٹا دیا گیا ہے، بقول فیض

یہ داغ داغ اُجالا یہ شب گزیدہ سحر   وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

ہم تو وہی پاکستان دیکھنے کے لیے تڑپ رہے ہیں جس کے لیے ہمارے بزرگوں نے ایک صدی پر محیط طویل جنگ لڑی، کروڑوں لوگ بے گھر ہوئے، لاکھوں نے جانیں دیں، ماؤں بہنوں، بیٹیوں نے عزتیں لٹوائیں کہ ہم ایک اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کی طرف جا رہے ہیں، لیکن واحسرتا! کہ ہم آج تک منزل کی تلاش میں سرگرداں ہیں،

جب تک کہ غیر حق کی یونہی بندگی ہے دوست   یہ زندگی بھی میری کوئی زندگی ہے دوست

نصیحت

شاہ بلیغ الدین رحمتہ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ بن مبارک جنگل میں سے گزر رہے تھے ایک لڑکے پر نظر پڑی۔ لڑکا بڑا ذہین اور سمجھ دار معلوم ہو رہا تھا۔ حضرت عبداللہ کے ذہن میں آیا کہ یہ لڑکا صاحبانِ علم کی صحبت میں نہیں بیٹھتا یہ اللہ تعالیٰ کو کیسے جانے گا؟

حضرت عبداللہ بن مبارک اپنے زمانے کے بہت بڑے امامِ علم وعمل تھے۔ حدیث، فقہ اور تفسیر پر بڑی گہری نظر تھی اللہ تعالیٰ نے دولت علم کے ساتھ ساتھ دنیاوی دولت سے بھی خوب سرفراز فرمایا تھا تجارت کرتے تھے مگر ایسی تجارت جس میں سودی لین دین نہ تھا۔ چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی نہ تھی کم سے کم منافع پر بہتر سے بہتر مال فروخت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت میں دیانت، امانت کے صلے میں ان کے بیوپار میں ایسی برکت عطا فرمائی تھی کہ روزانہ ہزاروں کے وارے نیارے ہو جاتے تھے۔ تجارت روزگار کے تمام ذریعوں میں سب سے اچھا ذریعہ ہے اس لیے کہ یہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم، امام ابوحنیفہ اور بھی بہت سے بزرگ تجارت کرتے تھے یہ سب اللہ کو پہچاننے والے اور اللہ سے ڈرنے والے تھے اس لیے بہت اعلیٰ پیانے پر کاروبار کرنے کے باوجود ناجائز طور پر منافع کمانے کا خیال بھی کبھی دل میں نہ لاتے۔ یہ نہیں کہ انھیں اس کے مواقع نہیں تھے۔ مواقع تو خوب تھے لیکن اپنے نفس کو قابو میں رکھتے تھے۔ دنیاوی راحتوں کے لیے حریص نہ تھے بلکہ انجام آخرت پر نظر رکھتے تھے اس لیے چیزوں کو مہنگا کر کے بیچنے اور زیادہ نفع کمانے سے پرہیز کرتے تھے کہ اس سے اللہ نے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کو جو لڑکا جنگل میں ملا اس سے انھوں نے پوچھا کہ میاں صاحبزادے! آپ نے کچھ تعلیم بھی پائی ہے یا وقت یونہی گزارتے پھرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کچھ بہت زیادہ تو نہیں پڑھا لیکن چار باتوں کا علم مجھے حاصل ہوا ہے ابن مبارک نے پوچھا وہ کیا؟ جواب ملا کہ مجھے سر کا علم، کانوں کا علم، زبان کا علم اور دل کا علم آتا ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اگر ایسا ہے تو مجھے بھی کچھ بتاؤ کہ یہ کیا ہے؟

علم ایک سمندر ہے۔ سب اس کے کنارے سے خزف ریزے اٹھا لیتے ہیں۔ کوئی نہیں جو یہ کہہ سکے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ انھیں بھی علم حاصل کرنے کا حکم ہوا اور رہنمائی کی گئی کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملیں۔ اس لیے کہ سورہ طٰہ میں ارشاد ربانی ہوا کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کا ورد ہمیشہ جاری رکھو کہ اے مولا! ہمارے علم کو بڑھا!

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر اس لڑکے نے کہا، سر! اللہ تعالیٰ کے حضور جھکانے کے لیے ہے۔ کان! اس کا کلام سننے کے لیے۔ زبان اس کا ذکر کرنے کے لیے اور دل اس کی یاد بسانے کے لیے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کے خیال سے غافل نہ رہے۔ ابن مبارک کبھی لڑکے کو دیکھتے کبھی اس کی باتوں پر غور کرتے پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کرتے کہ اس نے اس نوجوان کو کیسا اچھا ذہن عطا فرمایا تھا۔ آخر اس سے فرمایا کہ اے نوجوان مجھے کوئی نصیحت کر! اس لڑکے نے کہا اے شیخ! آپ عالم معلوم ہوتے ہیں اگر علم اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھا ہے تو دنیا والوں سے کسی بات کی امید نہ رکھیے اور اگر دنیاداری کے لیے پڑھا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے امیدیں نہ باندھیے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ عمر میں بھی اس لڑکے سے بڑے تھے اور ان کی علمیت کا شہرہ بھی دور دور تھا لیکن انھوں نے لڑکے میں جوہر قابل پایا تو اس سے خواہش کی کہ انھیں نصیحت کرے۔ معلوم ہوا کہ نصیحت کسی عمر کے آدمی کو بھی کی جاسکتی ہے۔ صاحبان علم کو بھی نصیحت کی ضرورت ہوتی۔ اسی لیے ہمیں حکم ہے یہ نہ دیکھو کہ کون نصیحت کر رہا ہے یہ دیکھو کہ کیا نصیحت کی جارہی ہے۔

دعاءِ صحت

- قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ گزشتہ دو ماہ سے علیل ہیں
- مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری دامت برکاتہم شدید علیل ہیں
- حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب گزشتہ دو سال سے شدید علیل ہیں
- مجلس احرار اسلام بہاول پور کے صدر قاری عبدالعزیز صاحب علیل ہیں
- مدرسہ معمورہ کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی شدید علیل ہے
- لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب طویل عرصے سے علیل ہیں
- چودھری عبدالجبار صاحب صدر مجلس احرار اسلام خان پور علیل ہیں

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ انہیں شفا کاملہ عطا فرمائے۔

تواصی بالحق

امام عبدالوہاب شعرانیؒ / ترجمہ مولانا حبیب الرحمٰن کیرانویؒ

اللہ والوں کے اخلاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو وصیتیں کرتے ہیں اور نصیحتوں کو قبول کرتے ہیں اور نصیحت کرنے والے کا احسان بھی مانتے ہیں۔ خواہ وہ اپنے نصیحت کرنے والے کے ساتھ عمر بھر سلوک کریں۔ مگر باوجود اس کے یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان سے اس کی نصیحت کا حق واجب ادا نہیں ہوا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نصیحت کا تعلق امور اخرویہ سے ہے اور امور اخروی کا معاوضہ اغراض دنیوی سے نہیں ہوسکتا اب ہم ان امور کے متعلق بزرگوں کے بعض واقعات اور ملفوظات ذکر کرتے ہیں غور سے سنو۔ ایک شخص نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ جہاں کہیں بھی تم ہو حق سبحانہ کے حکم کی عزت کرو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہاں بھی تم ہوگے خدا تمہیں عزت دے گا۔

ایک شخص نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اس سے احتراز کرو کہ تم نیکوں سے ملو اور ان کی صحبت سے فائدہ نہ اٹھاؤ یا گنہگاروں کو ملامت کرو کہ اور خود گنہا ہوں سے نہ بچو یا بظاہر شیطان پر لعنت کرو اور پوشیدہ طور پر اس کی اطاعت کرو۔

ایک شخص نے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایے آپ نے فرمایا کہ کیا تیرا باپ مر گیا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا تو میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ کیونکہ جو باپ کے مرنے کے بعد نصیحت کا محتاج ہوا سے نصیحت نافع نہ ہوگی (کیونکہ اوّل تو موت مطلقا ہر نصیحت کرنے والے سے بڑھ کر نصیحت کرنے والی ہے۔ پھر موت بھی باپ کی موت وہ تو اور بھی زیادہ نصیحت کرنے والی ہے کیونکہ بہ نسبت دوسری موتوں کے اس کا زیادہ خیال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے بے فکری بھی جاتی رہتی ہے۔ جو باپ کی حیات میں ہوتی ہے پس جب اس کی نصیحت تمہیں سودمند نہ ہوگی۔ تو اور کس کی ہوگی۔)

ایک شخص نے محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت کی بادشاہی حاصل کرو۔ اس نے عرض کیا حضرت یہ کس طرح آپ نے فرمایا کہ تم دنیا سے رغبت نہ رکھو۔ اس نے عرض کیا کہ اور کچھ فرمایئے آپ نے فرمایا تم تابع بنو متبوع نہ بنو اور لوگوں کے پاس خود بیٹھو اور اپنے کو بڑا بنا کر یہ نہ چاہو کہ لوگ تمہارے پاس آ کر بیٹھیں۔

عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو مدینہ شریف میں دیکھا اور عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے تو آپ نے فرمایا کہ اے عمر اس کا بہت خیال رکھو کہ تم ظاہر میں خدا کے دوست اور پوشیدہ طور پر اس کے دشمن نہ ہو مطلب یہ تھا کہ اپنے ظاہر و باطن کو یکساں رکھو۔ اور جس طرح لوگوں کے سامنے اعمال صالحہ کا اہتمام کرتے ہو اور بری باتوں سے بچتے ہو یونہی تنہائی میں بھی رہو۔

ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے روح اللہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ آخر یہ حالت کب تک رہے گی کہ تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور تم نہیں مانتے تم لوگوں نے نصیحت کرنے والوں کو مصیبت اور زحمت میں ڈال دیا کہ وہ کہتے کہتے تھک گئے مگر تم نے ایک نہ سنی۔

کسی نے حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ گناہ نہ کرو کہ اپنے آپ کو آگ میں جھونک دو باوجود یہ کہ تمہاری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے سامنے ایک پسو کو آگ میں ڈال دے تو تم اس پر اعتراض کرو۔ مگر باایں ہمہ تم گناہ کر کے اپنے آپ کو ہر روز بہت سی مرتبہ آگ میں جھونکتے ہو اور تمہیں اپنے اوپر کچھ اعتراض نہیں ہوتا۔

ایک شخص نے عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ نظر کے بے فائدہ استعمال سے احتراز کرو تمہیں خشوع کی توفیق ہوگی اور فضول کھانے سے احتراز کرو تم کو عبادت کی توفیق ہوگی اور لوگوں کے عیب نکالنے چھوڑ دو تم کو اپنے عیوب پر اطلاع کی توفیق ہوگی اور حق تعالیٰ کی ذات وصفات میں غور وخوض چھوڑ دو شک اور نفاق سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ مجھے وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کسی پر حسد نہ کرو کیونکہ اگر وہ دوزخی ہے تو اس پر حسد کا اس لیے موقع نہیں ہے کہ دنیا اس کے پاس چند روز ہے۔ اس کے بعد وہ دوزخ میں چلا جائے گا تو اس پر حسد فضول ہے اور اگر وہ جنتی ہے تو اس کے اعمال کا اتباع اور اس کی حالت پر غبط کرنا چاہیے نہ کہ اس کی دنیا پر حسد کیا جائے۔

حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ مجھے نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ زبانیں اچھی باتوں کی اچھائی اور بری باتوں کی برائی بیان کرتی ہیں اور دل ان کو جانتے ہیں۔ (پس اعمال کو دل وزبان کے موافق بنانا چاہیے)

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کسی نے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اس دن کو یاد رکھو جس میں

چھپی باتیں آشکارا ہوجائیں گی۔(اور پوشیدہ طور پر بھی کوئی ایسا کام نہ کرو جس کے ظاہر ہوجانے میں تم کو رسوائی کا اندیشہ ہو۔)

ایک شخص نے سفیان بن عُیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا خبردار تکبر نہ کرنا اور نہ ناحق لوگوں کے مال کھانا کیونکہ جو لوگوں پر بڑائی جتاتا ہے وہ ان کی نظروں میں ذلیل ہوجاتا ہے۔اور جو لوگوں کے مال لوٹتا ہے آخر کار محتاج ہوجاتا ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی آدمی قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔تو فرمایا کہ بھائی تم اس قول سے دھوکہ نہ کھانا اور یہ نہ سمجھنا کہ میں بغیر کچھ کیے ہی نیکوں کے ساتھ شامل ہوجاؤں گا کیونکہ تم ان کے ساتھ اسی وقت شامل ہو سکتے ہو جب کہ ان جیسے اعمال کرو دیکھو یہود ونصاریٰ اپنے انبیاء سے محبت کرتے ہیں مگر وہ ان کے ساتھ شامل نہ ہوں گے کیونکہ اعمال میں ان سے علیحدہ ہوں گے۔اور ان کے مخالف بن گئے ہیں۔(پس ثابت ہوا کہ نفس محبت بدون اتباع فی العمل کافی نہیں اس لیے اعمال کی ضرورت ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ بدون اتباع کے واقعی محبت متحقق ہی نہیں ہوتی اس لیے مدعی محبت بغیر اتباع محبّ ہی نہیں تا کہ وہ المرء مع من احب میں داخل ہوسکے۔) پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی حالت پر تعجب ہے جن کو توشہ کی تیاری کا حکم دے دیا گیا اور کوچ کا اعلان سنادیا گیا اور وہ اب بھی بیٹھے ہنس رہے ہیں۔دیکھو جن کی سواری رات اور دن ہیں وہ ان کے ساتھ چل رہے ہیں کیونکہ جتنے دن گزرتے جاتے ہیں اسی قدر وہ موت سے قریب ہوتے جاتے ہیں مگر انھیں اس چلنے کا احساس نہیں۔(پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ متنبہ ہوکر سفر آخرت کی تیاری کریں کیونکہ موت کا وقت ہر لحظہ نزدیک ہوتا جاتا ہے اور غفلت کو چھوڑیں)

شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو موت کے لیے ہر وقت تیار رہنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ بعض لوگ پچاس برس تک تیاری کرتے رہتے ہیں اور تیار نہیں ہو چکتے بات یہ ہے کہ تیاری تو ان لوگوں کی ہے جو دنیا سے بے تعلق ہوجائیں جیسے امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کیونکہ وہ ہر صبح وشام فرماتے تھے کہ اے ملک الموت (میں موت کے لیے ہر وقت تیار ہوں) جب تمہارا جی چاہے مجھے آکر لے جاؤ۔

صوفیاء کی دلیل اس خُلق پر یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ باتوں کو پانچ باتوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔جوانی کو بڑھاپے سے پہلے،تندرستی کو بیماری سے پہلے،تونگری کو محتاجی سے پہلے،فرصت کو مشغولی سے پہلے،زندگی کو موت سے پہلے(حدیث)۔

بس اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے اور اپنے نفس کی خبر رکھنی چاہیے۔

(مطبوعہ:احوال الصادقین)

قربانی......حکمت اور مسائل واحکام

ابن امیر شریعت مولانا **سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ**

اسلام امن وسلامتی کا ہی نام ہے اسلام کے ہر عمل سے سلامتی پیدا ہوتی اور امن پھیلتا ہے ہر باشعور آدمی غور وفکر کی نعمت سے اس حقیقت کو پا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل انسانوں کے اعمال جس برائی، خباثت اور شیطنت سے آشنا ہو چکے تھے اسلام نے انہی اعمال کو اسوۂ حسنہ میں پابند کر کے محبت، آدمیت، امن، سلامتی اور عافیت پیدا کر دی۔ غور فرمایئے قبائل کے سردار اور ان کے ساتھی کھانا کھا رہے ہیں ہمہ قسم نعمت ان کے سامنے چن دی گئی ہے مگر کیا مجال کہ غلام اس کی طرف دیکھ بھی جائے۔ روساء و بزرجمہر کھا پی کے فارغ ہوں گے۔ تو بچا کھچا ان کے منہ میں بھی پہنچ جائے گا جو غلام ہونے کا طعنہ سینے پر سجائے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے آ کر مکارم اخلاق پیدا کئے۔ اسی معاشرے میں غلام کو آقا کے برابر اور فقیر کو امیر جیسا کر دیا۔ من وتو کی تمیز ختم کر دی۔ معاشرے میں حسن پیدا کیا۔ جو نہ کلیوں میں نہ غنچوں میں' نہ پھولوں میں نہ بہاروں میں ہے۔ دنیا کے کسی نظام میں بھی یہ حسن وخوبی' یہ برابری وبرادری نہیں ہے۔ دنیائے فکر میں انقلاب بپا کیجئے اور چودہ سو برس کی الٹی زقند لگایئے۔ چشم خرد کھولیے اور ملاحظہ کیجئے کہ مولائے کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ لکڑی کے ایک پیالے میں لقمے لگا لگا کر کھا رہے ہیں۔ غلام آقا کے روبرو ہے نظر وتوجہ کی نعمتوں سے بھی مالا مال ہو رہا ہے اور معاش ومعاد کے لمحے بھی سنوار رہا ہے۔ جی ہاں یہ وہی بلال ہے جسے کفارِ مکہ کا جمہوری نظام اور جمہوری گماشتے اپنے برابر دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور اسے غلام ہی مارنا چاہتے تھے، اسی طرح قربانی کا عمل بھی معاشرے میں امن وسلامتی اور بلندی پیدا کرتا ہے۔

قربانی تو زمانہء جاہلیت میں بھی امن وسلامتی اور سفر کے خطرات سے بچاتی تھی۔ عرب کا معمول تھا کوئی شخص اگر حج کے لیے آمادہ سفر ہے تو اسے اپنے قربانی کے جانوروں کے گلے میں پٹے ڈال کر ساتھ رکھنا پڑتا۔ اور یہ قربانی کا پٹہ ہی راستے کے خطرات ومشکلات کے بچنے کی علامت ہوتا۔ نتیجہ یہ نکلتا کہ ایسا مسافر اپنے ساز وسامان سمیت منزل مراد پر پہنچ جاتا۔ حج کرتا، قربانی دیتا اور رضاء الٰہی کی نعمتیں سمیٹتا واپس لوٹ جاتا۔ قربانی کے اس جانور کو ہُدی کہا جاتا ہے۔ ویسے عربوں میں یہ دستور تھا کہ دین ابراہیمی کے مطابق وہ چار مہینوں کا بہت احترام کرتے یعنی رجب، ذی قعد، ذی الحج، اور محرم...... یہ مہینے پر امن اور عافیت وسلامتی کے مہینے تھے قرآن کریم نے بھی ان مہینوں کے باعزت وباوقار ہونے کا ذکر فرمایا ہے مِنھا اربعةٌ حُرم ان میں سے چار بہت معزز ہیں۔

انہی چار ماہ کے اعزاز واکرام میں عرب اپنی جاہلیت کی عادتیں' لڑائی جھگڑے ختم کر دیتے تھے۔ ذی الحجہ کا مہینہ بھی انہی مکرم ومحترم مہینوں کا حصہ ہے۔ جس میں قربانی' حج اور عبادات اس کا جزو لاینفک ہے۔ اس لیے بھی یہ امن وامان اور عافیت وسلامتی کا پیغام سرمدی ہے۔ امن عامہ کی نوید الٰہی ہے۔ مگر ہمارے معاشرہ میں چونکہ اسلام کو ثانوی حیثیت دیدی گئی ہے اور جمہوریت کو پہلی

پوزیشن اس لیے موجودہ معاشرے پر پھٹکار پڑ رہی ہے۔ عرب جہلا تو پٹے والے قربانی کے جانوروں کی لوٹ مار نہیں کرتے تھے۔ ''یہ جمہوریت زادے'' اور ''روشن خیال'' تو وہ بھی نہیں چھوڑتے۔ اس عمل خبیث میں یہ اُن سے بھی آگے نکل گئے۔ لوگوں نے مہندی، جھانجر، زنجیر اور پٹے قربانی کی تمام نشانیوں سے اپنے قربانی کے جانوروں کو مرصع کیا ہوتا ہے مگر یہ فرزندانِ ناہموار اسے بھی چوری کرنے سے باز نہیں آتے اگر ''لبرل اسلام'' کے ماننے والے منافقین اپنے رویے تبدیل کر کے حقیقی اسلام کے پیروکار بن جائیں یعنی مکمل مومن بن جائیں تو امت کو یہ روز سیاہ دیکھنا نصیب نہ ہو! اس پر مستزاد یہ کہ ان چوروں اور حرام خوروں کو پاکستان کی رسوائے زمانہ تعزیرات سزا نہیں دیتی بلکہ ''لبرل اسلام'' کی نمائندہ کمیونٹی جو حدود اللہ کو ''وحشیانہ'' سزائیں کہتی ہے وہ وحشی اور جنگلی بھی اس درندگی پر بہت پریشان ہیں مگر امن قائم نہیں کر سکے۔ جو دن بھی طلوع ہوتا ہے، وہ فسق و فجور کی تمازت بڑھا دیتا ہے۔ خود کو ترقی یافتہ کہنے والے یورپ کے اندھے مقلد پاکستان میں خیر پیدا نہیں کر سکے۔ پاکستان کی سیکولر سیاسی قوتیں، شر، فتنہ و فساد اور تباہی کی نمائندگی کرتی، اسے پھیلاتی اور حکومت کرتی ہیں۔ یہ چار پانچ فیصد جو امن کے روح پرور مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ صرف ان دینی اعمال کی وجہ سے ہیں جو مسلمان انفرادی اور ذاتی ذوق کی بنیاد پر کرتے ہیں ورنہ ریاست کے قانون بدنے تو انکارِ اعمال کی کھلی آزادی دے رکھی ہے۔ اللہ کی پناہ۔

قربانی اپنے شاندار ماضی، امن و سلامتی پر سچی تاریخی روایت و شہادت رکھتی ہے۔ دورِ حاضر میں قربانی نہ صرف یہ کہ امن کا پیغام ہے بلکہ مسئلہ معاش کا عظیم پہلو بھی اپنے جلو میں رکھتی ہے کہ اس عمل صالح کی بدولت معاشی بدحالی ختم ہوتی اور معاشی امن پیدا ہوتا ہے۔ سینکڑوں غریب امیر ہو جاتے ہیں۔ قرآن کا حکم ہے:

فکلوا منھا واطعمو البائس الفقیر. (پ ۱۷ الحج آیت ۲۸) سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ محتاج بے حال کو۔

فکلوا منھا و اطعموا القانع والمعتر. (پ ۱۷۔ الحج آیت ۳۶)

سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے کو اور بیقراری کرنے والے کو۔

ہمارے معاشرہ میں سرمائے کی غیر منصفانہ تقسیم اور یورپ کے معیارِ زندگی کی نقالی نے معاشرہ کو طبقات میں تقسیم کر دیا ہے۔ اعلیٰ طبقہ کہلانے والے لوگ اخلاق سے عاری، ہمدردی سے محروم، اخوۃ، برادری اور برابری کے شائستہ جذبات کو خیر باد کہہ کر دوسرے تیسرے اور چوتھے طبقہ کے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ ہمارے معاشرے کا دوسرا تیسرا اور چوتھا طبقہ زندگی کی راحتوں سے مجبور اور معاشی حالات سے رنجور ہے اور سفید پوشی، ظاہر داری اور برادریوں کے جذبۂ تقابل میں اس قدر چُور چُور ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ معاشرے کے جن لوگوں کے پاس مال و منال زر و جواہر اور دھن دولت موجود ہے۔ پھر اُن میں سے جو اس دولت کو دین کے احکام کے مطابق صرف کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں صدقات دیتے ہیں انفاق عام کرتے ہیں وہ جب قربانی دیں گے تو معاشرہ کے ایسے افراد جو بے چارے مال کی کمی کے سبب ہفتوں اور مہینوں تک گوشت کی شکل سے ناآشنا اور اس کی لذت سے محروم رہتے ہیں۔ قربانی کرنے والا خود کھائے تو اس کی اجازت ہے اس لیے کہ ''**فکلوا منھا**'' امرِ استحباب ہے امرِ وجوب نہیں یعنی اجازت ہے حکم نہیں جیسے

و اذا حللتم فاصطادوا . (پ٦۔المائدہ۔آیت٢) اور جب احرام سے نکلو تو شکار کرسکتے ہو۔

اپنے گھر کے لیے رکھ لے تو اجازت ہے اگر نہ رکھے تو بہتر ہے اور واجب ہے کہ وہ قربانی کا گوشت بے حال محتاج، نادار، بے یارومددگار اور ایسا مسکین جو قانع صابر محروم ہو اور ایسا مسکین بھی جو سائل اور بے قرار ہو بھوک کے ہاتھوں تنگ آ کر مانگنے لگ جائے سب کو تلاش کر کے پہنچایا جائے۔ایسے ضرورت مندوں کو زکوٰۃ صدقات وغیرہ کی طرح قربانی کا گوشت پہنچانے سے ان کی طبعی تندی ترشی اور حالات سے پیدا شدہ نفرتیں کم ہوں گی۔غضب وانتقام کی جگہ محبت واحترام پیدا ہوگا۔لوٹ مار قتل وغارتگری کی بجائے حفاظت و خدمت کے نیک جذبات ظہور پذیر ہوں گے۔معاشرہ میں امن وسلامتی غالب آئے گی یعنی خیر طالب اور شر مغلوب ہوگا۔رودے اور کھالیں بھی معاشرے کے انہی پسے ہوئے لوگوں کا حق ہے۔قصاب قطعاً کھال رودے اُجرت میں نہیں لیجا سکتے قربانی کے جانوروں پر ڈالے گئے کپڑے گھنٹیاں زنجیریں جھانجریں وغیرہ سب چیزیں غرباء کا حق ہیں۔جب غرباء کو ان کا شرعی حق مال کی صورت میں پہنچے گا تو معاشی ناہمواری دور ہوگی اور معاشی ناہمواری کے دور ہونے سے جذبۂ حسد ورقابت بھی دور ہوگا جس کا نتیجہ ہے خوشحالی مختصر اً ملاحظہ کریں۔

قربانی کے فوائد:

(ا) ایک طبقہ میں گردش زر قائم ہوئی۔قربانی کے لیے جانور خریدے گئے۔بیچنے والے کو مال منتقل ہوا۔ اُسے کچھ روز گھر میں رکھا، خدمت کی، گھاس دانہ کھلایا

(۲) دوسرے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی۔قصاب نے ذبح کیا اور مزدوری لی۔

(۳) تیسرے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی، کھال فروخت ہوئی یا خیراتی اداروں میں تقسیم ہوئی۔

(۴) چوتھے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی۔رودے، زنجیر، کپڑا، جھانجر فروخت ہوئی۔ان کی قیمت مساکین یتامیٰ، بیوگان محتاج، غریب، دینی کارکن، دینی مدارس کے مسافر طلباء واساتذہ میں مختلف صورتوں میں تقسیم ہوئی۔

(۵) پانچویں طبقہ میں گردش زر قائم ہوئی۔سرمایہ انجماد سے بچا۔ایک ہاتھ میں نہ رہا مختلف ہاتھوں میں پہنچا ملک وقوم کو فائدہ پہنچا۔ایسا اہم اور عظیم عمل جس سے معاشرے کے پانچ طبقوں کو فیض، نفع اور فائدہ پہنچتا ہو اس کی مخالفت کرنا کہاں کی خدمتِ انسانی اور خدمتِ حیوانی ہے۔یا دانشمندی ہے؟ بجز اس کے کہ

بک رہے ہیں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ہاں یہ سیکولرسٹوں کا ''روشن اور لبرل اسلام'' تو ہوسکتا ہے حقیقی دین اسلام نہیں۔

قربانی اور قربانی کے جانور:

قربانی اور قربانی کے جانور شعائر اللہ میں سے ہیں۔(پ١٧۔الحج آیت ٣٦)

ایسے لوگ جو بے رحمی اور حیوانات کے انسداد کی ذیل میں قربانی کے عمل کو رد کرتے ہیں یا مال کے ضیاع کی نام نہاد

حکمت کی بنیاد پر اس کو غلط قرار دیتے ہیں وہ لوگ بنیادی طور پر جاہل وظالم ہیں۔ اس لیے کہ قرآن حکیم نے قربانی اور قربانی کے جانوروں کی حیثیت دین اسلام کی علامتوں میں سے دو علامتیں قرار دی ہیں۔ دین کی علامتوں کی تعظیم دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔ ان شعائر کا احترام نہ کرنے والے لوگ خلوص سے محروم ہیں۔ شعائر اللہ کی باقاعدہ وباضابطہ شرعی حیثیت وعظمت ہے۔ اس عمل کی ایک مذہبی، شرعی اور قانونی تاریخ ہے اس کی تردید، تغلیط اور توھین، احکام ومسائل اور قوانین قرآنی سے بے خبری، لاعلمی اور جہالت پر مبنی ہے۔ پھر ایسا آدمی جو قربانی جیسے عمل خیر کو روکتا ہے، اس کے خلاف ذہنوں کو ہموار کرتا ہے اور فضول قسم کی باتیں جو یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں' کرتا رہتا ہے۔ وہ معاشرے کو باہم ایک دوسرے سے کاٹنا چاہتا ہے۔ قربانی کے عمل سے معاشرہ کے تمام طبقات باہم مربوط ہو جاتے ہیں اور یہ حیوانات پر رحم کرنے والا نام نہاد مہربان انسانوں کو محبت، مؤدت، ارتباط، معاشرتی ترقی سے محروم کرنے والا ظالم، سفاک اور خود غرض ہے کہ انسانوں پر رحم نہیں کرتا!

پیغام:

عید، خوش خوراکی وخوش پوشاکی اور کھیل کود کا نام ہی تو نہیں بلکہ عید عبارت ہے......

اجتماعیت و یکجہتی سے، قربانی وایثار سے، عدل وتقویٰ سے، حق شناسی وخدا خوفی سے

محبت، ادب اور اخلاص سے، مودّت اور اخوت کے پاکیزہ جذبات سے!

احکام ومسائل

● **تمہید:** قربانی جدُّ الانبیاء اور مجدّ دالانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہم السلام اور سید الاوّلین، قائد المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس یادگار اور ابدی سنت ہے......حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایام قربانی میں اللہ تعالیٰ کو اپنے نام پر بہائے ہوئے خونِ قربانی سے زیادہ کوئی چیز اور عمل پسند نہیں۔ ذبح کے وقت خون کا ہر قطرہ زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی خدا کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ نیز فرمایا: ذبیحہ کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں 'ان میں سے ہر ہر بال کے بدل میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاءُ ھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ﴾

''اللہ کو نہیں پہنچتے' ان کے گوشت اور نہ لہو۔ لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دلوں کا ادب (خلوص)۔'' (سورۃ حج' ۳۷۔ پارہ ۱۷)

قربانی: بعض اسلام دشمن عناصر جن کو مخلوق خدا کی فلاح کا بہت زیادہ ''درد'' اٹھتا ہے' وہ اس نظریاتی مملکت میں برسوں سے زہر پھیلا رہے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ جدید تعلیم سے روشناس مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ قربانی ''مولوی ازم'' کی ایجاد ہے، کتنا بڑا ظلم ہے کہ ہزاروں لاکھوں روپے کا خون بہا دیا جائے، اس میں انسانیت کی کیا خدمت ہے؟ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ''مکہ'' میں ہی فرض ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں قربانی نہیں دی۔ کوئی شخص بھی اس بات کا مجاز نہیں کہ دین متین میں ایک حرف کی بھی تبدیلی کر سکے۔ قربانی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور

ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے۔ جو چودہ سو سال سے ادا کی جارہی ہے۔ خود حضور ﷺ نے اور ان کے بعد ان کے صحیح جانشین خلفائے راشدین نے اور صحابہ کرام ؓ نے اور امت کی مسلّمہ شخصیتوں نے ادا کی اور کروائی۔ یہ کہنا کتنا بڑا دجل ہے کہ ختم المرسلین ﷺ نے صرف مکہ میں قربانی کی۔ حالانکہ احادیثِ صحیحہ میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ مدینہ میں بھی قربانی ہوئی اور لاکھوں مربع میل میں پھیلی ہوئی اسلامی سلطنت میں بسنے والے مسلمانوں نے اس سنت کو ادا کیا۔

حضور ﷺ نے مدینہ میں قربانی کی:

﴿عن ابن عمر ‘قال اقام رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بالمدینہ عَشَرسِنِیْنَ یُضَحِّیْ﴾

حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دس برس مدینہ میں قیام فرمایا اور قربانی دی: (ترمذی ص ۱۸۲، مسند احمد ج ۷ ص ۵۷)

﴿ عن ابن عباس قال کنّا مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فی سفر فحضر الا ضحی فاشتر کنا فی البقرۃ سبعۃ وفی البعیر عشرۃ﴾ (ترمذی ص ۱۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سفر میں تھے کہ سفر میں ہی قربانی کا دن آ گیا تو ہم قربانی کی گائے کے سات حصوں اور اونٹ کے دس حصوں میں شریک ہوئے۔

جمہور علماء کے نزدیک اونٹ میں دس حصوں والا حکم منسوخ ہو گیا اور سات حصوں والا حکم جاری ہوا۔ اسے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ذکر کیا ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ۔ ص ۱۲۸)

ان ہر دو روایات کی روشنی میں یہ بات قطعیت کے ساتھ واضح ہو گئی کہ حضور ﷺ نے سفر میں بھی قربانی کی اور مدینہ میں بھی، اس کے بعد اس قسم کی لغو اور بے بنیاد باتوں کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور یہ حدیث ان کے قول کے بطلان کے لیے دلیل کا ایک طمانچہ ہے۔

اہل اسلام سے التماس ہے کہ وہ اس قسم کی لغویات پر دھیان نہ دیں اور دین متین کی حفاظت کرتے ہوئے اور محبت رسول ﷺ سے سرشار ہو کر اس سنت کو خوب ذوق وشوق سے ادا کریں تاکہ روزِ محشر بارگاہِ رب العزت میں نجات کا سبب اور اللہ کے محبوب ﷺ کی شفاعت کے مستحق بنیں۔ خداوندِ قدوس ہم سب کو سختی سے اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین، ثمّ اٰمین

مختصر مسائل قربانی:

● ہر آزاد عاقل بالغ مسلمان جو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا رکھتا ہو، یا ان دونوں سے جتنی مالیت کی جائیداد یا مال تجارت کا مالک ہو، اس پر عیدالاضحیٰ یعنی ذوالحجہ کی دس تاریخ کو صبح صادق طلوع ہونے سے لے کر بارہویں ذوالحجہ کی شام تک چند مخصوص حلال جانوروں میں سے کسی ایک قسم کے جانور کو حکمِ الٰہی اور سنت نبی ﷺ کی پیروی میں ذبح کرنا واجب ہے، جسے شرعی زبان میں اُضحِیّہ اور ہماری بول چال میں قربانی کہتے ہیں۔

● قربانی کے لیے مذکورہ بالا مالیت پر زکوۃ کی طرح سال کا پورا ہونا شرط نہیں۔

● جن لوگوں پر صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے، انہی پر قربانی واجب ہے اور جیسے صدقۃ الفطر اپنی ذات پر واجب ہوتا ہے، اہل و عیال کی طرف سے از خود دینا نفلی عبادت ہے، ایسے ہی قربانی بھی صرف اپنی ذات پر واجب ہے۔ البتہ دوسرے کی طرف سے ثواب کے طور پر یا وکیل بن کر قربانی کرنا درست ہے۔

● کسی کے پاس بالکل مال نہ تھا، لیکن اچانک کسی طرح دسویں کی صبح کو یا بارہویں کو غروب آفتاب سے پہلے مذکورہ بالا مالیت حاصل ہوگئی تو اس پر قربانی واجب ہے۔

● ایسے شخص نے کسی کی غیر موجودگی میں اس کی طرف سے اجازت کے بغیر قربانی دے دی وہ ادا نہ ہوئی، بلکہ غائب پر بدستور واجب رہے گی۔

● صاحب مال آدمی اگر مقروض ہے تو ادائے قرض کے بعد مذکورہ بالا مالیت باقی بچے تو قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

● اگر کسی شخص پر قربانی واجب نہ تھی اور اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا اور ایسے ہی کسی نے کوئی منّت مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میں قربانی دوں گا اور اتفاقاً وہ کام بھی ہوگیا، تو اس پر قربانی واجب ہوگئی لیکن منت والی قربانی کا گوشت خواہ وہ امیر کی طرف سے ہو یا غریب کی طرف سے نہ خود کھانا جائز ہے اور نہ ہی صاحب حیثیت افراد کو کھلانا، کیونکہ منت بھی ایک صدقہ ہے اور صدقہ مساکین اور فقراء کا حق ہوتا ہے، اگر بھول کر کھالیا یا کھلا دیا، تو اتنی ہی مقدار میں مزید گوشت خیرات کرنا واجب ہوگا۔

● مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ البتہ سفر میں کسی جگہ پندرہ دن تک ٹھہرنا ہوگیا تو قربانی واجب ہوگی۔

● دیہات میں رہنے والوں کے لیے نماز عید سے پہلے قربانی جائز ہے۔

● شہر اور قصبوں میں رہنے والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے سے پہلے قربانی جائز نہیں۔

● اگر کسی شخص نے قربانی میں اتنی تاخیر کر دی کہ بارہویں تاریخ کو غروب آفتاب تک بھی قربانی نہ کر سکا، اگر جانور خرید چکا تھا، تو وہی جانور خیرات کر دے، اگر جانور نہیں خریدا تھا، تو ایک بھیڑ یا بکری کی قیمت خیرات کر دے۔

● اگر کسی نے قربانی کا جانور پالنے کے لیے کسی کو دے دیا تو پالنے والا اس کا مالک نہیں ہو سکتا، نہ ہی اسے بیچ سکتا ہے۔ بیچنا ہو تو اصل مالک کی اجازت حاصل کرنا ہوگی۔

● <u>قربانی کے جانور:</u>

بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ، دنبہ، دنبی، بیل، گائے، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی' ان چھے حلال جانوروں میں سے ایک قسم کا جانور ہونا ضروری ہے، ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی جائز نہیں۔

<u>قربانی کے جانور کی عمر:</u>

اس ترتیب کے مطابق ہونی چاہیے۔ بکرا، بکری' ایک سال، گائے، بیل، بھینس، بھینسا' دوسال، اونٹ، اونٹنی

پانچ سال کا ہونا ضروری ہے البتہ بھیڑ، مینڈھا، دنبہ، دنبی اگر اتفاقاً تندرست اور موٹے تازے ہوں کہ ایک سال کی عمر والے ہم جنسوں میں چھوڑ دینے سے دونوں میں کوئی فرق معلوم نہ ہو، تو ایسے چھ مہینے کے دنبے، دنبی، مینڈھا، بھیڑ کی قربانی جائز ہوگی بصورت دیگر ان کے لیے ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔

قربانی کے جانور کی کیفیت:

قربانی کا جانور خوب صحت مند موٹا تازہ، بے عیب ہونا چاہیے۔ اگر کچھ دبلا پتلا ہو تو جائز ہے لیکن ایسا مریل جانور جس کو سہارا دیکر چلایا جائے، قربانی کے لیے جائز نہیں۔

قربانی کا جانور ان عیوب سے پاک ہونا چاہیے:

ٹوٹے ہوئے سینگ نہ ہوں۔ ایک کان کا تہائی سے زائد حصہ کٹا ہوا نہ ہو۔ اندھا نہ ہو، یا اس کی ایک آنکھ کی تہائی یا تہائی سے زائد روشنی ضائع نہ ہو۔ جس کا ابتدا سے کوئی دانت نہ ہو۔ جس کی تہائی یا تہائی سے زائد دُم کٹی ہوئی نہ ہو۔ مرض یا چوٹ وغیرہ کے سبب لنگڑا نہ ہو کہ صرف تین پاؤں پر چل سکے اور چوتھا پاؤں زمین پر نہ رکھ سکے اور گھسیٹتا رہے۔ مادہ حاملہ نہ ہو۔

قربانی کے جانور میں حصہ:

● بکرا، بکری، بھیڑ، مینڈھا، دنبہ، دنبی ان میں حصہ داری نہیں ہوسکتی، گائے بیل بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی میں سات افراد حصہ دار بن سکتے ہیں، سات سے زائد کی قربانی جائز نہ ہوگی۔

● جس جانور میں سات افراد شریک ہوں، سب کو برابر تول کر گوشت تقسیم کرنا چاہیے کمی بیشی سے تقسیم جائز نہیں۔

● قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل سنت اور مستحب ہے، خود نہ کر سکتا ہو تو پاس کھڑا ہونا بہتر ہے، قربانی کے لیے افضل دن دسویں کا ہے۔ باقی دو دنوں میں بھی درست ہے۔ قربانی کا صحیح وقت دن کا ہے، رات کو کرنا بہتر نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات صحیح ذبح نہیں ہوسکتا، ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

● ذبح کے وقت دعا:

﴿اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفاً وَّ مَااَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ O اِنَّ صَلوٰتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ O لَاشَرِیۡکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَااَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ O﴾

اَللّٰهُمَّ مِنۡکَ وَلَکَ بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکۡبَر کہہ کر جانور کو ذبح کرے اور مکمل دعا یاد نہ ہو تو صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے۔ اَللّٰهُمَّ مِنۡکَ وَلَکَ بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکۡبَر۔ بغیر تکبیر کہے ذبح کرنا جائز نہیں۔ جب ذبح کر چکے تو پھر یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلۡهُ مِنِّیۡ ”اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے پسند اور منظور کر لیجیے۔“ اگر اپنے سوا کسی اور کی طرف سے بغرض ثواب یا بطور ادائے فرض دینا ہو تو ”مِنِّیۡ“ کی جگہ ”مِنۡ“ کے بعد اس شخص کا نام لے، جس کی طرف سے دے رہا ہے۔ پھر آگے یہ الفاظ کہے: کَمَا تَقَبَّلۡتَ مِنۡ حَبِیۡبِکَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیۡلِکَ اِبۡرَاهِیۡمَ عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام۔

''جیسے کہ آپ نے اپنے پیارے حضرت محمد ﷺ اور اپنے خاص دوست حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قربانی پسند فرمائی۔''

قربانی کی کھال یا اس کی قیمت کا مصرف:

قربانی کے جانور کی کھال قصاب وغیرہ کو مزدوری میں دینا جائز نہیں۔ کھال یا اس کی قیمت مستحقین میں خیرات کر دیں۔ دینی مدارس کے مسافر طلباء بھی اس کے مستحق ہیں۔ عصر حاضر میں طاغوتی اور سامراجی قوتوں کے دینی مدارس کے خلاف عزائم ومنصوبوں کو ناکام بنانے اور مدارس کے مالی استحصال کا مقابلہ کرنے کے لیے مدارس ہی ان کا بہترین مصرف ہیں۔

گوشت کی تقسیم:

گوشت کے مختلف حصے کر کے بہتر تو یہ ہے کہ تول کر تقسیم کرے۔ غرباء، مساکین، یتامیٰ، مسافر اور اپنے عزیز واقارب واحباب سب کو دے۔ کھال، رسی، زنجیر، گھنگرو، جھانجر، دوپٹہ یا گوشت بطور مزدوری دینا جائز نہیں۔ مزدوری نقد طے کرنا چاہیے۔ یہ تمام چیزیں یا ان کی قیمت صدقہ کر دے۔

نمازِ عید کے متعلق کچھ باتیں:

شب عید کو نوافل ادا کرنا، توبہ استغفار کرنا، عید کے لیے اوّل وقت میں نہانا، اپنی حیثیت کے مطابق اچھے کپڑے پہننا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا سنت ہے۔ نماز کے لیے ایک راستہ سے جانا اور راستہ بدل کر آنا سنت ہے، راستہ میں ان تکبیرات کا مناسب آواز میں پڑھنا سنت ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ قربانی کرنے والے کے لیے بہتر ہے کہ نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھائے۔

نمازِ عید:

پہلی رکعت:

تکبیر تحریمہ یعنی پہلی تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیں، سبحانک اللّٰھم تمام پڑھیں، پھر تکبیریں کہیں پہلی اور دوسری تکبیر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں، تیسری تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں، پھر امام قرأت کرے گا، باقی حسبِ معمول پوری کریں۔

دوسری رکعت:

جب امام فاتحہ اور سورۃ پڑھ چکے تو امام کے ساتھ چار تکبیریں کہیں پہلے تین مرتبہ تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں اور کھڑے رہیں چوتھی تکبیر کہنے پر رکوع میں جائیں۔ باقی ارکان حسبِ معمول پورے کریں اور سلام کے بعد دعا مانگ لیں۔

خطبہ عید:

جیسے جمعہ میں نماز سے پہلے خطبہ سننا واجب ہے۔ اسی طرح عیدین میں نماز کے بعد خطبہ سننا بھی واجب ہے۔ خطبہ سنے بغیر عیدگاہ سے جانا گناہ ہے۔ عیدین کو جماعت کے ساتھ ہی ادا کرنا چاہیے۔ جماعت چھوٹ جانے کی صورت میں قضاء لازم نہیں ہوگی۔

تکبیرالتشریق:

ذوالحجہ کی نویں تاریخ کونمازِ فجر کے بعد سے تیرہویں کی نمازِ عصر تک پانچ دنوں کے وقت کو''ایام التشریق'' کہتے ہیں۔ان دنوں میں اکیلے یا باجماعت ہرفرض نماز کے بعداونچی آواز کے ساتھ ایک بار''تکبیر التشریق'' کہنا واجب ہے۔تکبیر یہ ہے:**الله اکبر ،الله اکبر ،لااله الا الله والله اکبر ،الله اکبر ،ولله الحمد**

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل اور یوم الحج کا روزہ:

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیےعشرہ ذوالحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں۔اس عشرہ میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابراورایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔''(ترمذی وابن ماجہ)

قرآن کریم میں سورۃ والفجر میں اللہ تعالیٰ نے دس خاص راتوں کی قسم کھا کران کی اہمیت ظاہرفرمائی ہے۔امت کے جمہور علماء کے نزدیک ان دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔ذوالحجہ کی آٹھویں اورنویں تاریخ کی درمیانی رات عبادت میں مشغول رہنااورنویں تاریخ میں یوم الحج یایوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔اس رات اوردن کی بڑی فضیلت ہے۔۹رذی الحجہ کا روزہ رکھنے سے گزشتہ ایک سال اورآئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان عبادات اورفرائض واجبات کواداکرنے کی توفیق عطاءفرمائے۔(آمین)

والله الموفق وهو المستعان وعليه التكلان

احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۱۶)

حافظ عبید اللہ

حدیث نمبر 15:

''(امام ابوبکر بن ابی شیبۃ روایت کرتے ہیں) **حسن بن موسیٰ (الاشیب)** سے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا **شیبان (بن عبدالرحمن التمیمی)** نے، اُن سے **یحیٰ (بن ابی کثیر الطائی)** نے، اُن سے **حضرمی بن لاحق** نے، اُن سے **ابو صالح (ذکوان السمّان)** نے، وہ روایت کرتے ہیں **ام المؤمنین حضرت عائشہ** رضی اللہ عنہا سے، آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی، آپ نے فرمایا: کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ نے دجّال کا ذکر جو کیا تھا...... (پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تسلی دیتے ہوئے دجّال کے بارے میں چند باتیں فرمائیں، اسی ضمن میں فرمایا)...... **فینطلق حتّیٰ یأتِیَ لُدّاً، فَیَنزِلُ عیسیٰ ابنُ مریمَ فَیَقتُلَہ...... الی آخر الحدیث** ۔ پس وہ دجّال بابِ لُدّ کے مقام پر آئے گا تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور اسے قتل کریں گے۔''

(المصنف لابن ابی شیبۃ، ح38629، ج21، ص200، کتاب الفتن، دار القبلۃ ۔ جدہ)

یہی حدیث امام احمد بن حنبلؒ نے بھی سلیمان بن داؤد اور حرب بن شدّاد کے واسطے سے یحیٰ بن ابی کثیر سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرمی بن لاحق نے بیان کیا...... الی آخر الحدیث ۔ (مسند احمد، ح 24467، ج 41 ص 15 مؤسسۃ الرسالۃ)۔

راویوں کا تعارف:

<u>الحسن بن موسیٰ الاشیب ابو علي البغدادي</u>

امام ذہبی نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے: ''**الامام الفقیہ الحافظ الثقۃ**''۔ طبرستان، موصل اور حمص کے قاضی رہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ''وہ بغداد کے قابل اعتماد لوگوں میں سے ہیں''۔ یحیٰ بن معین نے انہیں ''ثقہ'' کہا۔ ابو حاتم نے علی ابن المدینی سے بھی ان کا ''ثقہ'' ہونا نقل کیا ہے۔ ابو حاتم، ابن خراش اور صالح بن محمد نے انہیں ''صدوق'' (سچا) کہا۔ ابن سعد نے ان کے بارے میں کہا: ''**کان ثقۃ صدوقاً في الحدیث**'' وہ حدیث میں ثقہ اور سچے تھے۔ ابن حِبان نے بھی انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد اور ابن حِبان کے مطابق ان کی وفات سنہ 209 ہجری میں ہوئی۔

(الجرح و التعديل، ج 3 ص 37 /تاريخ الاسلام، ج 5 ص 50 /تهذيب التهذيب، ج 2 ص 323 /ثقات ابن حِبان، ج 8 ص 170 /الكاشف، ج 1 ص 330 /التاريخ الكبير، ج 2 ص 306 /تهذيب الكمال، ج 6 ص 328 /سير اعلام النبلاء، ج 9 ص 559).

شيبان بن عبدالرحمن التميمي ابو معاوية البصري

امام ذہبی نے انہیں ''الامام الحافظ الثقة'' لکھا ہے۔امام احمد بن حنبل نے ان کی تعریف فرمائی اور کہا ''شيبان ثبت في كل المشائخ ''شیبان اپنے تمام اساتذہ سے روایت کرنے میں پکے اور قابل اعتماد ہیں۔یحییٰ بن معین نے ان کے بارے میں کہا ''ثقة في كل شيء'' وہ ہر چیز میں ثقہ ہیں۔ابوحاتم نے کہا کہ ''ان کی حدیث لکھ لی جائے''۔ امام نسائی،امام ترمذی،عجلی،ابوبکر البز ار اور ابن سعد نے بھی انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔ابن حِبان نے ان کا شمار ''ثقہ'' لوگوں میں کیا ہے۔ساجی نے انہیں ''صدوق'' (سچا) کہا ہے۔ابن حبان کے مطابق ان کی وفات سنہ 164 ہجری میں ہوئی۔

(تاريخ الاسلام، ج 4 ص 409/سير اعلام النبلاء، ج 7 ص 406 /تهذيب التهذيب، ج 4 ص 373 /ثقات ابن حِبان، ج 6 ص 449 /معرفة الثقات للعِجلي، ج 1 ص 462 /الكاشف، ج 1 ص 491 /التاريخ الكبير، ج 4 ص 254 /تهذيب الكمال، ج 12 ص 592).

يحيىٰ بن أبي كثير الطائي أبو نصر اليمامي

ایوب سختیانی نے کہا: ''روئے زمین پر یحییٰ جیسا کوئی نہیں''،اور یہ بھی فرمایا کہ: ''ابن شہاب زہری کے بعد اہل مدینہ کی حدیث کا یحییٰ سے بڑا عالم اور کوئی نہیں''۔امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ''یحییٰ بہت زیادہ پکے لوگوں میں سے ہیں''۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ: ''یحییٰ امام ہیں، وہ صرف ثقہ لوگوں سے ہی روایت کرتے ہیں''۔عجلی اور ابن حِبان نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔ امام ذہبی نے انہیں ''امام، حافظ اور حجت'' کہا ہے۔ ان کی وفات سنہ 129 ہجری یا سنہ 132 ہجری میں ہوئی۔

(تاريخ الاسلام، ج 3 ص 556/سير اعلام النبلاء، ج 6 ص 27 /تهذيب التهذيب، ج 11 ص 268 /ثقات ابن حِبان، ج 7 ص 591 /معرفة الثقات للعِجلي، ج 2 ص 357 /الكاشف، ج 2 ص 373 /التاريخ الكبير، ج 8 ص 301 /الجرح و التعديل، ج 9 ص 141).

حضرمي بن لاحق التميمي السعدي

یحییٰ بن معین نے ان کے بارے میں کہا: ''ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں''۔ابن حِبان نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔امام ذہبی نے بھی انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔عکرمہ بن عمار کہتے ہیں کہ ''حضرمی بن لاحق فقیہ تھے، میں سنہ 100 ہجری میں ان کے ساتھ مکہ گیا تھا''۔ان کا تذکرہ مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔

(تاريخ الاسلام، ج 3 ص 223/تهذيب التهذيب، ج 2 ص 394 /ثقات ابن حِبان، ج 6 ص 249 /الكاشف، ج 1 ص 340 /التاريخ الكبير، ج 3 ص 125 /الجرح و التعديل، ج 3 ص 302).

ابو صالح ذكوان السمّان: ان کا تعارف پہلے ہو چکا۔

حديث نمبر 16:

''(امام طبرانی فرماتے ہیں) ہم سے بیان کیا قاضي احمد بن المعلّى دمشقي نے،اُن سے بیان کیا

هشـام بن عُمارة نے۔(اسی طرح) ہم سے بیان کیا**عبدان بن احمد** نے، اُن سے بیان کیا**هشـام بن خالد** نے (ہشام بن عُمارۃ اور ہشام بن خالد دونوں کہتے ہیں کہ) ہم سے بیان کیا**محـمـد بن شعيب** نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا**يزيد بن عُبيدة** نے، اُن سے **ابـو الأشعث صنعاني** نے، انہوں نے روایت کیا**حضرت اوس بن اوس**ؓ سے، انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **يَـنـزِلُ عيسـىٰ بـنُ مـريمَ عليه السّلام عِـند المَنارةِ البيضاء شرقي دمشق**۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی حصے میں سفید مینارے کے پاس اتریں گے۔'' (المعجم الکبیر للطبرانی، ج1، ص217، مکتبۃ ابن تیمیۃ۔ القاہرۃ)

راویوں کا تعارف

قاضي احمد بن المعلٰى بن يزيد الدمشقي (ابو بكر)

یہ قاضی ابوزُرعۃ محمد بن عثمان کے نائب تھے۔ امام نسائی نے ان کے بارے میں کہا کہ: ''ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں''۔ حافظ ابن حجر نے انہیں ''صدوق'' (سچا) کہا ہے۔ ان کی وفات رمضان سنہ 286 ہجری میں ہوئی۔ ان کا تذکرہ اِن کتب میں موجود ہے۔

(تـاريـخ الاسلام، ج6 ص694/تهـذيب التهـذيب، ج 1 ص 80 /تـقـريـب التهذيب، ج1 ص 84 /الـكـاشف، ج1 ص203 /تهـذيب الكمال، ج1 ص485 /تاريخ دمشق لابن عساكر، ج6 ص19).

عبداللّٰه (المعروف بعبدان) بن أحمد بن موسىٰ بن زياد الأهوازي (ابو محمد)

امام ذہبی نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے: ''**الـحـافـظ الـحـجّة العلّامة**'' (حدیث کے حافظ، حجت اور علامہ)۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں: ''**كـان أحد الحفاظ الأثبات**'' (وہ حدیث کے مضبوط حفاظ میں سے تھے)۔ امام حاکم کہتے ہیں کہ میں نے ابوعلی الحافظ کہ یہ کہتے سنا کہ: ''میں نے حدیث کے چار امام دیکھے ہیں، نیشاپور میں ابراہیم بن ابی طالب اور ابن خزیمۃ، مصر میں امام نسائی، اور اہواز میں عبدان، انہیں ایک لاکھ احادیث یاد تھیں، میں نے اُن سے زیادہ اچھے حافظے والا نہیں دیکھا''۔ ان کی وفات 136 ہجری یا 137 ہجری میں ہوئی۔

(تـاريخ الاسلام، ج 7 ص104/تـاريـخ بغداد، ج11 ص 16 /تـاريخ دمشق، ج 27 ص51 / تـذكـرة الحفاظ، ج2 ص688 /سيـر اعلام النبلاء، ج14 ص168).

هشام بن عمارة (أو بن عَمّار) بن نُصَير ابو الوليد الدمشقي

امام ذہبی نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے: ''**الامـام الـحـافـظ العلّامة المُقرِيء ، عالِم أهل الشام**'' (امام، حدیث کے حافظ، علامہ، قرآن پڑھانے والے قاری، اہل شام کے عالم)۔ ایک مقام پر انہیں ''**شيـخ الاسلام**'' کہا نیز ایک جگہ لکھا: ''**قـلـتُ: هشـام جـلـيـل الـقـدر بَعِيد الصِّيت**'' (میں کہتا ہوں کہ ہشام بلند مرتبے والے تھے اور دور دور تک ان کا چرچا تھا''۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ''ثقۃ'' کہا۔ امام نسائی نے کہا کہ: ''ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں''۔ دارقطنی نے کہا: ''**صـدوق كبيـر الـمحل**'' (سچے اور بڑے مقام والے ہیں)۔ ابوحاتم رازی نے انہیں

''صدوق'' (سچا) کہا۔عجلی نے انہیں ''ثقة صدوق '' (ثقہ اور سچے) کہا۔ ابن حبان نے بھی انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔حافظ ابن حجر نے تقریب التھذیب میں انہیں ''صدوق'' (سچے) لکھا ہے۔احمد بن ابی الحواری نے کہا: ''جس شہر میں ہشام بن عمار جیسے محدث موجود ہوں وہاں اگر میں حدیث بیان کروں تو میری داڑھی کاٹ دی جائے'' (یعنی ہشام کے ہوتے ہوئے میرا حدیث بیان کرنا بہت معیوب ہے)۔انہوں نے سنہ 245 ہجری میں وفات پائی۔

(تاريخ الاسلام، ج5 ص1272/معرفة الثقات للعجلي، ج2 ص 333 /تاريخ دمشق، ج74 ص32 / تذكرة الحفاظ، ج 2 ص 451 /سير اعلام النبلاء، ج 11 ص420 / الجرح والتعديل، ج 9 ص66 /تهذيب التهذيب، ج 11 ص51 /تقريب التهذيب،ص 573 /ثقات ابن حِبان، ج9 ص233).

فائدہ: ہشام کے بارے میں ابوحاتم رازی سے یہ منقول ہے کہ آخری عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے حافظہ کی کمزوری کے سبب کبھی تلقین قبول کرتے تھے، لیکن ابوحاتم نے وہیں انہیں ''صدوق'' (سچے) بھی کہا ہے، لہٰذا یہ بات ہشام کی توثیق کے لئے مضر نہیں۔

بعض لوگ ہشام کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ معاوضہ لے کر حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ اگرچہ یہ کسی نے نہیں کہا کہ وہ معاوضہ لے کر جھوٹی حدیثیں بیان کیا کرتے تھے اور نہ ہی کسی نے انہیں ''ضعیف'' یا ''ناقابل اعتبار'' کہا ہے، لیکن امام ذہبی نے ہشام کے ترجمہ میں بڑی عمدہ بات لکھی ہے:

''وبكل حال كلام الأقران بعضهم في بعض يُحتمل، وطَيّه أولىٰ من بثّه اِلا أن يتّفق المتعاصرون علىٰ جرح شيخ، فيُعتمد قولهم '' بہرحال برابر کے لوگوں کا ایک دوسرے کے بارے میں کلام کرنا اس میں بہت سے احتمال ہو سکتے ہیں، اس لئے ایسے کلام کو پھیلانے کے بجائے لپیٹنا زیادہ اچھا ہوتا ہے، ہاں اگر تمام ہم عصر کسی کے مجروح ہونے پر متفق ہوں تو پھر ان کی بات کا اعتبار ہوگا۔(سير اعلام النبلاء، ج11 ص432)

اور ہشام تمام ائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک ''ثقہ'' اور ''سچے'' ہیں، نیز امام طبرانی نے یہ روایت دو طریق سے روایت کی ہے اور دوسرے طریق میں ہشام بن عمارۃ کی جگہ ہشام بن خالد ہیں جن کا تعارف آگے آرہا ہے۔

هشام بن خالد الأزرق ابو مروان الدمشقي القرشي

ابوحاتم نے انہیں ''صدوق'' (سچا) کہا۔ابوزرعۃ دمشقی نے ان کا ذکر دمشق کے مفتیوں میں کیا ہے۔ابن حِبان نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں بیان کیا ہے۔مسلمۃ نے بھی انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔امام ذہبی نے الکاشف میں انہیں ''ثقہ'' اور حافظ ابن حجر نے تقریب التھذیب میں ''صدوق'' (سچا) کہا ہے۔ان کی وفات سنہ 249 ہجری میں ہوئی۔

(تاريخ الاسلام، ج5 ص1272/تاريخ دمشق، ج74 ص8 / الجرح والتعديل، ج 9 ص 57 /تهذيب الكمال، ج 30 ص198 /تهذيب التهذيب، ج11 ص37 /تقريب التهذيب،ص572 /ثقات ابن حِبان، ج9 ص233 /الكاشف ج2 ص336).

محمد بن شعيب بن شابور القرشي الأموي (ابو عبداللّٰه)

امام ذہبی نے ان کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ کرایا ہے: ''الاِمام المُحدِّث، العالم الصادق'' امام،

محدث اور سچے عالم۔ امام احمد بن حنبل نے ان کے بارے میں کہا: ''ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، وہ عقل والے تھے، اور ان کے بارے میں خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانتا''۔ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک نے محمد بن شعیب سے روایت کرتے ہوئے یوں فرمایا: ''أخبرنا الثقة من أهل العلم محمد بن شعيب '' (ہمیں اہل علم میں سے ایک ثقہ محمد بن شعیب نے خبر دی)۔ دُحیم نے بھی انہیں ''ثقہ'' کہا۔ عجلی اور ابن حبان نے بھی انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا۔ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں انہیں ''صدوق'' (سچا) لکھا۔ دُحیم کہتے ہیں کہ محمد بن شعیب نے کہا کہ ''میں سنہ 116 ہجری میں پیدا ہوا تھا''۔ ان کی وفات 200 ہجری کے قریب ہوئی۔

(تاريخ الاسلام، ج 4 ص1195/معرفة الثقات للعجلي، ج2 ص 241 /ثقات ابن حِبان، ج 9 ص50 /ثقات ابن شاهين، ص 292 /التاريخ الكبير، ج 1 ص113 / تهذيب الكمال، ج 25 ص370 /سير اعلام النبلاء، ج19 ص376 / الجرح و التعديل، ج 7 ص286 /تهذيب التهذيب، ج9 ص222 /تقريب التهذيب، ص483).

يزيد بن عبيدة السكوني (ابن ابي المهاجر) الشامي

یحییٰ بن معین نے ان کے بارے میں کہا: ''ماكان به بأس صدوق '' (ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں، سچے ہیں)۔ دُحیم نے کہا: ''یہ ثقہ ہیں اور دمشق کے شیوخ میں سے ہیں''۔ ابن حبان نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔ امام ذہبی نے بھی الکاشف میں انہیں ''ثقہ'' لکھا ہے۔ ان کا تذکرہ مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔

(تاريخ الاسلام، ج3 ص1014/ثقات ابن حِبان، ج 7 ص616 /التاريخ الكبير، ج 8 ص348 / تهذيب الكمال، ج32 ص 207 /سير اعلام النبلاء، ج6 ص307 / الجرح و التعديل، ج 9 ص279 /تهذيب التهذيب، ج 11 ص350 /الكاشف، ج2،ص388 /تاريخ دمشق، ج65 ص313).

أبو الأشعث الصنعاني (شراحيل أو شُرَحبِيل)

عجلی نے لکھا کہ ''تابعي ثقة '' (وہ ثقہ تابعی ہیں)۔ ابن حِبان نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔ امام ذہبی نے الکاشف میں اور حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں انہیں ''ثقہ'' لکھا ہے۔ ان کا تذکرہ مندرجہ ذیل کتب میں ملتا ہے۔

(تاريخ الاسلام، ج2 ص1190/معرفة الثقات للعجلي، ج 2 ص 282 /ثقات ابن حِبان، ج 4 ص365 /التاريخ الكبير، ج 4 ص255 / تهذيب الكمال، ج12 ص408 /سير اعلام النبلاء، ج 4 ص357 / الجرح و التعديل، ج4 ص 337 /تهذيب التهذيب، ج 4 ص319 /الكاشف، ج1 ص482 /تقريب التهذيب، ص 264 /تاريخ دمشق، ج22 ص438).

حضرت أوس بن أوس الثقفي (رضي اللّٰه عنه)

حافظ ابن حجر ''الاصابة'' میں لکھتے ہیں کہ: ''سنن کی چاروں کتابوں (سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی) میں شامی راویوں کے واسطے سے اِن سے صحیح احادیث روایت کی گئی ہیں، یحییٰ بن معین سے نقل کیا گیا ہے کہ أوس بن أوس الثقفي اور ''أوس بن أبي أوس الثقفي '' ایک ہی شخصیت ہیں، امام ابوداؤد اور خطیب

بغدادی کی بھی یہی رائے ہے۔ (لیکن حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ) تحقیقی بات یہی ہے کہ أوس بن أوس اور أوس بن أبي أوس دونوں الگ الگ صحابہ ہیں، جس نے ان دونوں کو ایک سمجھا ہے اسے غلطی لگی ہے۔ أوس بن أبي أوس کا نام أوس بن حذيفة ہے“ (جن کا ذکر حافظ ابن حجر نے الگ سے کیا ہے۔ ناقل)۔ حضرت اُوس بن اُوسؓ کا ذکر اِن کتب میں موجود ہے:

(الاصابة في تمييز الصحابة، ج1 ص284 و ص297 /أسد الغابةفي معرفة الصحابة، ج1 ص312 /الاستيعاب في أسماء الأصحاب، ج1 ص79 /معجم الصحابة للبغوي، ج 1 ص72 /معجم الصحابة لابن قانع، ج1 ص26 /الجرح والتعديل، ج2 ص303 /تهذيب الكمال، ج3 ص387 /تهذيب الأسماء واللغات للنووي، ج1 ص129 /تهذيب التهذيب، ج1 ص381 /الوافي بالوفيات، ج9 ص251).

حدیث نمبر 17:

مسند احمدؒ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث شریف موجود ہے جس کا ابتدائی حصہ مع سند یہ ہے:۔

”حدّثنا هُشَيمٌ أنا العوّام عن جَبلَةِ بن سُحيم عن مُؤثِرِبن عَفَازَةَ عن ابن مسعود عن النبى صلی اللہ علیہ وسلم قال: لقيتُ ليلة أسريَ بي ابراهيم موسىٰ وعيسىٰ ، قال: فتذاكروا أمر الساعة ، فَرَدُّوا أمرهم الى ابراهيم، فقال: لا علم لي بها، فَرَدُّواالأمر الى موسىٰ ، فقال : لا علم لي بها، فَرَدُّوا الأمر الى عيسىٰ فقال: أمّا وجبتُها فلا يعلمها أحد الا اللّٰه، ذلك وفيما عهد الي ربي عزوجل أن الدجَّال خارج، قال: ومعي قضيبان، فاذا رآني يذوب كما يذوب الرصاص، قال: فيهلكه اللّٰه، حتى أن الحجر والشجر يقول : يا مسلم، ان تحتي كافراً، فتعال فاقتله...... الخ“ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھ ہوئی، تو قیامت کا ذکر چل نکلا (یعنی یہ گفتگو چل نکلی کہ قیامت کب آئے گی) پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی لاعلمی کا اظہار فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بات آئی تو آپ نے فرمایا: اس کا ٹھیک وقت تو صرف اللہ کو معلوم ہے، البتہ میرے ساتھ میرے رب کا ایک عہد ہے کہ قیامت سے پہلے دجّال نکلے گا، اس وقت میرے پاس دو چھڑیاں یا دو تیز تلواریں ہوں گی (قضیب کا معنی چھڑی بھی ہوتا ہے اور کاٹنے والی تلوار بھی) پس جب (دجّال) مجھے دیکھے گا تو اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے سیسہ پگھل جاتا ہے پس اللہ اسے ہلاک کردے گا (یعنی میں اسے قتل کردوں گا)، یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی پکاریں گے کہ اے مسلمان! میرے نیچے کافر ہے آؤ اسے قتل کردو...... الى آخر الحديث۔

(مسند احمد بن حنبل، حديث نمبر 3556 ، جلد6، صفحه 19، مؤسسة الرسالة)

نیز یہی روایت مستدرک حاکم وغیرہ میں بھی ہے وہاں الفاظ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: فــأهبـط فأقتله میں اتروں گا اور دجّال کو قتل کردوں گا۔

(المستدرک للحاکم ،حدیث نمبر 3448،جلد 2،صفحہ 416 اور حدیث نمبر 8502،جلد 4،صفحہ 534 طبع دار الکتب العلمیة بیروت ،امام ذہبیؒ نے تلخیص المستدرک میں ان دونوں روایات کو صحیح فرمایا ہے، نیز حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری جلد 13 صفحہ 89 پر یہ روایت ذکر کی ہے)۔

اس حدیث شریف میں صراحت کے ساتھ بیان ہوگیا کہ دجّال کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام نے نازل ہونا ہے۔

راویوں کا تعارف:

<u>هُشيم بن بشير ابن القاسم بن دينار السلمي الواسطي أبو معاوية</u>

امام مالکؒ نے فرمایا: ''عراق میں اِس واسطی (یعنی ہشیم) سے زیادہ اچھی حدیث والا کوئی نہیں ''۔ حماد بن زید نے فرمایا: ''میں نے محدثین میں ہشیم سے زیادہ شریف النفس نہیں دیکھا''۔ اسحاق زیادی فرماتے ہیں کہ: ''میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ: ہشیم سے (حدیثیں) سُنا کرو، وہ بہت اچھا آدمی ہے''۔عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ: ''ہشیم حدیث یاد کرنے میں سفیان ثوری سے بڑھ کر تھے''۔ یحییٰ بن معین اور ابن مہدی نے فرمایا: ''ہشیم تو قلعہ میں بند ہیں (یعنی محفوظ ہیں)، وہ سفیان اور شعبہ سے زیادہ پکّے ہیں''۔ابن المبارک نے فرمایا: ''ہشیم کے حافظہ پر زمانہ کا کوئی اثر نہیں ہوا'' (یعنی آخری عمر تک ان کا حافظہ درست رہا)۔ابن عمّار نے کہا: ''جب ہشیم اور ابی عوانہ کی روایت میں اختلاف ہوجائے تو بات ہشیم کی معتبر ہوگی کیونکہ اس میں غلطی کا احتمال نہیں''۔ عجلی نے فرمایا: ''ہشیم واسطی ثقہ ہیں لیکن وہ کبھی تدلیس کرتے تھے'' (یعنی روایت بیان کرتے ہوئے ''عن'' کے ساتھ بیان کرتے تھے)۔ امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: ''ہشیم ثقہ ہیں اور ابوعوانہ سے بڑے حافظ والے ہیں''۔ابن سعد نے فرمایا: ''ہشیم ثقہ ہیں، بہت زیادہ حدیث والے ہیں، ہاں وہ تدلیس کرتے ہیں، پس جس حدیث میں وہ صراحت کردیں کہ یہ میں نے فلاں سے سنی ہے یا فلاں نے مجھے خبر دی ہے تو وہ حدیث بلاشبہ حجت ہوگی''۔ابراہیم الحربی کہتے ہیں کہ: ''حفاظ حدیث چار تھے اور ہشیم ان سب کے استاذ تھے''۔حسین بن حسن المروزی فرماتے ہیں کہ: ''میں نے ہشیم سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا''۔ابوحاتم (رازی) نے فرمایا: ''ہشیم کی نیکی، سچائی اور امانت داری کے بارے میں کوئی سوال ہی نہیں اٹھ سکتا۔ابن حِبان نے ہشیم کو ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے''۔حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں انہیں ''ثقہ اور ثبت'' لکھا۔ان کی ولادت سنہ 104 ہجری اور وفات سنہ 183 ہجری میں ہوئی۔

(تهذيب التهذيب، ج 11 ص 50 /تاريخ الاسلام، ج 4 ص 992/معرفة الثقات للعجلي، ج 2 ص 242 /ثقات ابن حِبان، ج 7 ص 587 /التاريخ الكبير، ج 8 ص 242 / تهذيب الكمال، ج 30 ص 272 /سير اعلام النبلاء، ج 8 ص 287 /تذكرة الحفاظ، ج 1 ص 182 / الجرح والتعديل، ج 9 ص 115 /الكاشف، ج 2 ص 338 /تقريب التهذيب، ص 574 /الوافي بالوفيات، ج 27 ص 216).

<u>وضاحت</u>: ہماری پیش کردہ روایت میں هُشیم نے اپنے استاذ ''العوّام'' سے ''أخبرنا'' کے ساتھ روایت کی ہے لہٰذا یہاں تدلیس کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

<u>العوام بن حوشب بن يزيد بن الحارث الشيباني ابو عيسىٰ الواسطي</u>

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ ثقہ ہیں ثقہ ہیں (دو بار ثقہ فرمایا)۔ ابن معین اور ابوزُرعہ دونوں نے فرمایا: وہ ثقہ ہیں۔ ابوحاتم (رازی) نے فرمایا: وہ نیک ہیں اور (ان کی روایت لینے میں) کوئی حرج نہیں۔ عجلی نے فرمایا: وہ ثقہ، ثبت اور صالح ہیں۔ ابن سعد نے بھی انہیں ثقہ کہا۔ امام حاکم نے بھی ثقہ کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں انہیں ''ثقہ اور ثبت'' لکھا ہے۔ ان کی وفات سنہ 148 ہجری میں ہوئی۔

(تهذيب التهذيب، ج 8 ص 163 /تاريخ الاسلام، ج3 ص 947/معرفة الثقات للعجلي، ج 2 ص 195 /ثقات ابن حِبان، ج 7 ص 298 /التاريخ الكبير، ج 7 ص 67 / تهذيب الكمال، ج 22 ص 427 /سير اعلام النبلاء، ج 6 ص 354 / الجرح و التعديل، ج 7 ص 22 /الكاشف، ج2 ص 100 /تقريب التهذيب، ص 433).

جَبَلة بن سُحيم التيمي أبو سويرة (ويُقال ابو سريرة) الكوفي

امام شعبہ اور امام ثوری کے نزدیک یہ ثقہ تھے۔ امام یحییٰ نے فرمایا: ''جبلہ ثقہ ہیں''۔ امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ نے بھی اپنے والد سے یہی نقل کیا ہے۔ عجلی اور نسائی نے بھی کہا: ''یہ ثقہ ہیں''۔ ابوحاتم نے کہا: ''ثقہ اور صالح الحدیث'' ہیں۔ یعقوب بن سفیان نے بھی کہا: ''کوفی اور ثقہ'' ہیں۔ امام ذہبی نے الکاشف میں انہیں ''ثقہ'' لکھا ہے۔ بقول ابن حِبان ان کی وفات اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دورِ حکومت (105ھ-125ھ) کے دوران ہوئی۔

(تهذيب التهذيب، ج 2 ص 61 /تاريخ الاسلام، ج 3 ص386/معرفة الثقات للعجلي، ج1 ص 265 /ثقات ابن حِبان، ج 4 ص109 /التاريخ الكبير، ج 2 ص219 / تهذيب الكمال، ج4 ص498 /تذكرة الحفاظ، ج5 ص315 / الجرح والتعديل، ج2 ص508 /الكاشف، ج1 ص289).

مؤثر بن عفازة الشيباني ابو المثنىٰ الكوفي

ابن حِبان نے انہیں ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا کہ ان سے تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ امام مسلم نے **الكنىٰ والأسماء** میں ان کا ذکر کیا ہے۔ امام عجلی نے لکھا: ''**من أصحاب عبدالله ثقة**'' (یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب میں سے ہیں اور ثقہ ہیں)۔ امام ذہبی نے الکاشف میں انہیں ''ثقہ'' لکھا۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا کہ ''**روىٰ عنه جماعة من التابعين**'' (ان سے تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ اور تقریب التہذیب میں انہیں ''**مقبول**'' (قابل قبول) لکھا۔

(تهذيب التهذيب، ج 10 ص 331 /معرفة الثقات للعجلي، ج2 ص 303 /ثقات ابن حِبان، ج5 ص463 /التاريخ الكبير، ج8 ص63 / تهذيب الكمال، ج29 ص15 /تقريب التهذيب، ص549 / الجرح والتعديل، ج8 ص429 /الكاشف، ج2 ص300).

فائده: کسی نے بھی ''**مؤثر بن عفازة**'' پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں کی، بعض کتابوں میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ مجہول راوی ہیں جو کہ ایک بے اصل بات ہے، اوپر ہم نے معتبر ائمہ حدیث وجرح وتعدیل کے حوالے پیش کردیے ہیں جنہوں نے ''**مؤثر بن عفازة**'' کا ذکر کیا ہے اور انہیں ثقہ بھی لکھا ہے۔

(جاری ہے)

''غزوہ احد سے حاصل شدہ سبق''
مفتی منیب الرحمان کے مضمون کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

محترم مولانا مفتی منیب الرحمان (چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان) نے روزنامہ اسلام 13/ جولائی 2017ء کی اشاعت میں ایک اچھا مضمون لکھا، اسباق و نتائج بھی عمدہ لکھے۔ مثلاً یہ کہ جب خود اللہ پاک نے فرما دیا کہ "اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار مت بناو، وہ تمہاری بربادی میں کوئی کسر نہ چھوڑیں گے انہیں تو وہی چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف پہنچے۔ اُن کی دشمنی اُن کی باتوں سے ظاہر ہو چکی اور جو (نفرت) انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی ہے وہ اس سے بھی بہت زیادہ ہے۔۔۔"

موصوف نے لکھا" آج امت کے زوال کا سبب یہی ہے کہ اپنوں کے بارے میں بے اعتمادی کا شکار ہے اور ملت کفر باطل کو اپنا حلیف بنائے ہوئے ہے۔ اپنے اقتدار کی بقاء کے لیے اغیار پر اعتماد کرتے ہیں۔ اُن کی سرپرستی اور اشیر باد کے خواہاں ہوتے ہیں"۔۔۔ "تمام اسلامی ممالک اسی عہد زوال سے گذر رہے ہیں"۔ غزوہ احد کے موقع پر جنگی حکمت عملی کے اعتبار سے جبل عینین (دو چشموں والی پہاڑی) جسے بعد میں تیراندازوں کے نام پر جبل رماۃ کہا گیا۔ یہاں پچاس تیراندازوں کو مقرر کرنا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حربی مہارت کا واضح ثبوت تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے بجا لکھا کہ جب کفار شکست کھا کر بھاگے تو مذکور تیرانداز صحابہ کی اکثریت سے اجتہادی غلطی ہوئی۔ انہوں نے کہا اب جب کہ فتح ہو چکی ہے کفار بھاگ رہے ہیں تو ہمیں بھی اُن کا پیچھا کرنا چاہیے جب کہ نبوی فرمان یہاں جم کر کھڑے رہنے اور عقب سے مسلمان مجاہدین کا تحفظ تھا، اُن صحابہ کی نیت درست تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی اُن کے گمان میں بھی نہ تھی۔ مگر نبوی چشم بصیرت نے جو خطرہ بھانپ لیا تھا تیراندازوں کے جبل عینین چھوڑنے پر وہ وقوع پذیر ہو گیا۔ خالد بن ولید جو ابھی تک داخل اسلام نہ ہوئے تھے، درہ خالی دیکھ کر پیچھے سے حملہ آور ہو گئے اور نبی مکرم اور اصحاب نبی علیہ وعلیہم السلام وقتی طور پر سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ ستر چوٹی کے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم بشمول عم الرسول سیدنا حمزہ بن عبدالمطلبؓ شہید ہو گئے۔

بقول شخصے: عیبِ مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

مفتی صاحب کے مضمون کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے، لکھا ہے کہ: ''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نہ صرف شہید ہوئے بلکہ اُن کے اعضاء مبارکہ کا مثلہ کیا گیا یعنی اُن کی آنکھیں، ناک و کان کاٹ دیے گئے اور کلیجہ نکال دیا گیا''۔ یہاں تک لکھے پر تو کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا مگر آگے موصوف محترم نے ایک مجروح منقطع گھسی پٹی روایت پیش کر دی جس کی

اُن جیسے اہل علم سے توقع نہ تھی۔ وہ لکھتے ہیں: ''ہندؔ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان نے آپ کا کلیجہ چبایا اور اُسے گلے کا ہار بنایا۔

یہ روایت بقول محقق عصر مولانا محمد منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ ''سندی اعتبار سے کمزور اور غیر متصل (یعنی منقطع) ہے'' (معارف الحدیث مطبوعہ کراچی جلد 8 تحت شہادت حمزہ) نیز عرب محقق ڈاکٹر مہدی رزق اللہ نے ان تمام روایات کو مجروح اور منقطع قرار دیا ہے (السیرت النبویہ تحت ضوء المصادر الاصلیہ۔ جلد 2) صحیحین میں اس روایت کا کوئی ذکر نہیں۔ صحیح بخاری باب شہادت حمزہ میں خود قاتل حمزہ وحشی نے جو بعد میں مسلمان ہو چکے تھے تفصیل کے ساتھ اپنی اس کارگزاری کا ذکر کیا ہے مگر سائل عبیداللہ بن عدی بن خیار بن عدی کے جواب میں اُس نے اپنے آقا جبیر بن مطعم کے بارے میں کہا ہے کہ اُس نے اپنے چچا طعیمہ بن عدی کے بدر میں حضرت حمزہ کے ہاتھوں قتل کے بدلے میں مجھ سے کہا کہ اگر تو میرے چچا کے قاتل کو قتل کر دے تو تو آزاد ہے۔ وحشی بن حرب نے ہندؔ بنت عتبہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

حاضرین اُحد میں خالد بن ولید، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام (برادر ابی جہل)، عمرو بن عاص، صفوان بن امیہ، ابوسفیان بن حرب (سالار اعلیٰ لشکر قریش)، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی اور وحشی کے علاوہ قریشی خواتین اُم حکیم بنت حارث بن ہشام، فاطمہ بنت ولید، ہندؔ بنت عتبہ، زوجہ ابوسفیان۔۔۔۔ بعد میں یہ سب مذکور خواتین و مرد مشرف بہ اسلام ہو کر صحابیات و اصحاب رسول کی مقدس صف میں نظر آتے ہیں۔ یہ سارے کے سارے میدان اُحد میں مخالف اسلام کیمپ میں چشم دید گواہ ہیں۔ اس موقع پر موجود اصحاب رسول پریشانی کے عالم میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور خود اپنے لیے محفوظ جگہ اور جنگی حکمت عملی کے تحت پہاڑ کی چوٹی کی طرف بڑھ رہے ہیں، ان اپنوں اور اُس وقت کے دشمن کیمپ کے چشم دید گواہان میں سے کسی کو نہیں معلوم کہ سیدنا حمزہ اور بعض دیگر شہدا کا مثلہ کس نے کیا۔ حضرت ابوسفیان جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے بلکہ لشکر کفار کے سالار تھے صرف اتنا کہتے ہیں کہ تمہارے مقتولوں کا مثلہ کیا گیا ہے مگر نہ میں نے اس کا حکم دیا تھا اور نہ میں اسے بُرا سمجھتا ہوں۔

موقع پر موجود اپنوں اور پرایوں میں سے کوئی بھی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشدامن، اُم المومنین اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی محترم ماں ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کو الزام نہیں دیتا۔۔۔ ابن اسحاق کا اکلوتا راوی صالح بن کیسان اپنی منقطع روایت میں اپنی پیدائش سے ستر سال پہلے کی بات بیان کرتا ہے کہ ہند نے وحشی کو انعام دینے اور آزادی دینے کا لالچ دیا تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ غلام بنی نوفل کے سردار جبیر بن مطعم کا ہے، اُس کی آزادی کا تعلق جبیر بن مطعم کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ الجامع الصحیح کا حوالہ اوپر مذکور ہوا۔ ۷۰ ہجری سے پہلے اس کہانی سے کوئی واقف نہ تھا، چشم دید گواہ کیوں نہیں بولتے؟ جناب وحشی رضی اللہ عنہ یہ واقعہ بتاتے ہوئے اپنی آخری عمر میں درست بات کا ذکر کیوں نہیں کرتے؟ ابن اسحاق، ائمہ حدیث کے نزدیک کذاب، مدلس، مجوسی النسل، بد مذہب اور منکر تقدیر الٰہی ہے۔ اُسے یہ ایک ہی راوی ۷۰ سال بعد والا ہی کیوں ملا ہے؟ کیا ہم اس بد مذہب، مجوسی، مدلس، کذاب، منکر تقدیر، ابن اسحاق کو درست اور ام المومنین ام حبیبہ کی محترم ماں کو مطعون مان لیں؟

فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

اب ذرا جدید تحقیقات (انٹرنیٹ) پر بھی ملاحظہ فرمائیے (www.kulalsalafiyeen.com)

تخریج الحدیث او تزنی الحرۃ ۔۔ کے تحت اور دیگر روایات پر بحث کی گئی ہے۔ ہند نے حمزہ کا کلیجہ نکالا لیکن اُسے نگل نہ سکی (ابن اسحاق ص ۳۳۳) یہ سند ارسال ہے درست نہیں۔ صالح بن کیسان صغار تابعین میں سے ہے اُس کی تمام روایتیں تابعین سے ہیں (التہذیب 4/400-399) واقدی کہتا ہے کہ وحشی نے کہا میں نے حمزہ کے قتل کے بعد اُس کا پیٹ چاک کیا، اُس کا کلیجہ نکالا پھر ہند کے پاس گیا۔ اُس نے کہا" تو مکہ آئے گا تو تجھے دس دینار دوں گی"۔۔۔۔ یہ روایت باطل ہے، منکر ہے، واقدی کی بات نا قابل اعتبار ہے۔ امام نسائی، امام شافعی، امام احمد نے اُسے جھوٹا کہا۔ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ یہ واقدی میرے نزدیک اُن لوگوں میں سے ہے جو حدیثیں گھڑتے ہیں (تہذیب التہذیب 9/326)۔ امام بیہقی نے لکھا۔۔۔ لوگوں نے دیکھا کہ حمزہ کا پیٹ چاک کیا گیا ہے۔۔ یہ اسناد ضعیف بھی ہیں اور مُرسل بھی۔ امام ابن کثیر نے کہا کہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ جس نے حمزہ کا پیٹ چاک کیا اور کلیجہ نکالا وہ وحشی تھا، وہ اُسے ہند کے پاس لے گیا (البدایہ والنہایہ 5/419)۔ یہ روایت بھی مرسل ہے۔ ابن عساکر کی روایت بھی ضعیف ہے اور مسند عمر بن عبدالعزیز کے راوی بھی ضعیف ہیں۔

خلاصہ کلام: ''سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کیا جانا، شہادت کے بعد پیٹ چاک کیا جانا تو ثابت ہے مگر اُن کے کلیجہ کا نکالا جانا اور ہندؔ بنت عتبہ کا اُس کو چبانا اور اُس کو نگل نہ سکنا۔ ان باتوں میں سے کچھ بھی ثابت نہیں"۔ تو گویا یہ ساری باتیں خاندان نبوت بنی عبدمناف کی دو شاخوں بنی ہاشم اور بنی عبدشمس کی فرضی عداوات اور نفرت کے لیے گھڑی گئی ہیں۔ (اصل مقصود عداوت اسلام ہے۔) مولانا محمد نافع سیرت امیر معاویہ میں اور علامہ ڈاکٹر خالد محمود اپنی تالیف خلفاء راشدین میں لکھتے ہیں، ''بنی ہاشم اور بنی امیہ / بنی عبدشمس میں عداوتیں اور رقابتیں تھیں؟ افسوس! ہم اس سے اتفاق نہیں کر سکتے۔''

محترم قارئین! اسلامی شریعت کا ایک مسلمہ قانون ہے کہ ''الاسلام یھدم ما کان قبلہ والتوبۃ تھدم ما کان قبلھا '' آدمی جب اسلام قبول کر لیتا ہے یا گنہگار بندہ جب توبہ کر لیتا ہے تو اس کے سابقہ گناہ، جو بھی ہوں، مٹا دیئے جاتے ہیں۔ مذکور بالا تمام ضعیف اور منقطع روایات کو اگر درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو غزوۂ مکہ کے موقع پر سیدہ ہند کا اسلام لانا اور صحابیت رسول کے شرف سے مشرف ہونا ایک کھلی حقیقت ہے جس پر کتبِ حدیث وتفسیر شاہد عدل ہیں۔ پھر کیا ضروری ہے کہ ان کی قبل از اسلام برائیوں اور غلطیوں کا بار بار عوام میں ذکر کیا جائے، اگر وہ تھیں بھی تو، داخلۂ اسلام پر وہ مٹ چکیں۔ و حسن اسلامھا ان کا اسلام بخیر وخوبی اچھا رہا۔

مخدومی مفتی صاحب! کسی شخص کے بچپن اور جوانی کی غلطیوں کا ذکر سرِ عام لوگوں میں بار بار کیا جائے، جن سے وہ صدقِ دل سے توبہ کر چکے اور تقویٰ وطہارت اختیار کر چکے ہیں۔ ان کی موجودہ عالمانہ وقار والی زندگی کے پیشِ نظر ان کی سابقہ غلطیوں کا، اگر کوئی ہوں بھی تو، ان کا عام ذکر کرنا کوئی مناسب بات تو نہیں۔ فافہم وتدبر!

متلاشیانِ حق کو دعوت فکر و عمل

مکتوب نمبر:۳

ڈاکٹر محمد آصف

عزیز احمدی دوستو!

محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے اپنے سے پہلے پیش آنے والے بہت سے واقعات ہمیں سنائے اور ہم ان واقعات پر اسی طرح یقین رکھتے ہیں جس طرح جن الفاظ کے ساتھ آپؐ نے سنائے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل میں پیش آنے والے واقعات وحادثات کے بارے میں خبریں دیں ہیں ان میں سے خاص طور پر علاماتِ قیامت اور قیامت کے قریب پیش آنے والے واقعات ہیں اس کے بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں انہی علامات میں سے ایک علامت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ قیامت سے پہلے ایک شخص مسلمانوں کا امیر اور خلیفہ بنے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے ایسے بھر دے گا جیسے کہ وہ اس سے پہلے ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی اور وہ شخص حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوگا اور اسی خلیفہ یا امیر کے زمانے میں ہی حضرت عیسیٰؑ بن مریم نازل ہوں گے اور پہلی نماز مسلمانوں کے اسی امیر کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے، اس کا نام حضور اقدسؐ کے نام مبارک جیسا ''محمد'' اور والد کا نام آپ کے والد جیسا ''عبداللہ'' ہوگا اسی امیر کے لیے مختلف احادیث میں ''مہدی'' کے الفاظ آئے ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت کے مطابق یہ ''مہدی'' نبی کریمؐ کے متبع ہوں گے اور خلفاء راشدین میں سے ایک خلیفہ راشد ہوں گے، آپ نہ ہی نبوت کے مدعی ہوں گے اور نہ ہی انبیاء کی طرح معصوم، احادیث میں ان کے اوصاف بیان ہوئے ہیں، نیز ہماری معلومات کے مطابق کسی صحیح حدیث میں آپ کے لیے ''امام مہدی'' کے الفاظ نہیں ملتے بلکہ صرف ''المھدی'' کہا گیا ہے انہیں ''امام مہدی'' صرف اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے وقت میں مسلمانوں کے امام بمعنی پیشوا، امیر اور حاکم ہوں گے۔

میں نے ایک مرتبہ ایک احمدی دوست سے کہا کہ کیا آپ مجھے صحیح احادیث میں سے کوئی حدیث ایسی دکھا سکتے ہیں کہ جس میں کہا گیا ہو کہ امت میں آنے والے ''مہدی'' پر ایمان لانا ہوگا اور اس کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں ہوگا۔ اس دوست نے مجھے ایک جماعتی فولڈر دیا اس کا موضوع تھا ''مسیح اور مہدی کا مقام'' آپ یقین کریں اس فولڈر میں میرے سوال سے متعلقہ صرف ایک بات پیش کی ہوئی تھی لیکن وہ بھی میرے کام کی نہیں تھی بلکہ وہ جماعت احمدیہ کے کام کی بھی نہیں تھی کیونکہ وہ روایت اہل سنت کے مجموعے احادیث میں کہیں نہیں ہے۔ میں نے اس دوست سے کہا کہ جس

مجموعے سے آپ نے یہ روایت پیش کی ہے مرزا صاحب کے نزدیک ان کا مقام کیا ہے۔ مرزا صاحب کی رائے اس حوالے میں ملاحظہ فرمالیں۔ (ملفوظات جلد 1 صفحات 96-97)

کسی صحیح حدیث میں یہ نہیں ملتا کہ وہ شخصیت لوگوں کو اپنی ''مہدویت'' پر ایمان لانے کی دعوت دے گی اور نہ ہی کہیں یہ آیا ہے کہ لوگوں کے لیے کسی خاص معین شخصیت کی مہدیت پر ایمان لانا لازم ہے جیسے انبیاء کی نبوت پر ایمان لانا لازم ہے۔ اسی طرح تجدید دین کے لیے جو مجدد ین آتے رہے ان میں سے بھی کسی مجدد نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں اس دور کا مجدد ہوں یا مجھے پہچاننا یا مجھ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح ''حضرت مہدی'' اور عیسیٰ بن مریم نے بھی آنا ہے اور اپنے حصہ کا کام کر کے چلے جانا ہے۔ لہٰذا تمام ذخیرہ احادیث میں سے ایک بھی صحیح حدیث ایسی نہیں جس میں بتایا گیا ہو کہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نے آ کر نبوت کا دعویٰ کرنا ہے اور ان پر ایمان لانا ضروری ہو۔ لہٰذا احمدی دوست اس بات پر غور وفکر فرمالیں کہ جس مسیح اور مہدی پر وہ ایمان لائے ہوئے ہیں وہ ساری زندگی مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا رہا۔

آپ کا خیرخواہ

ڈاکٹر محمد آصف

found.

حمدِ کبریا

محمد فیاض عادل فاروقی

جو تصور میں کبھی آتا نہیں
دل کی دنیا سے بھی تو جاتا نہیں

کیا ہی پردہ ہے جہاں کا درمیاں
اک جھلک جس سے وہ دکھلاتا نہیں

آنکھ والے پھر بھی اس کو دیکھ لیں
آنکھ سے گو وہ نظر آتا نہیں

اس کی الفت جس کے دل میں بھر گئی
اس کو عالم میں کوئی بھاتا نہیں

اس کا ہے یہ بار بار انکار کیوں؟
ڈر ہے اس کا جو کبھی جاتا نہیں

جو نہ مانے اس کو ، وہ اس کو بھی دے
کون ہے جس کا کہ وہ داتا نہیں

سب کو دے کر خود مگر کچھ بھی نہ لے
ہے کھلاتا سب کو ، خود کھاتا نہیں

نیند کیسی ، عجز کیسا ، کیا تھکن؟
جاگتا ہے ، نیند کا ماتا نہیں

نقص کیا ؟ مجبوری کیا ؟ کمزوری کیا؟
سامنے اس کے کوئی آتا نہیں

''نیستی و حاجت و عذر و گنہ''
عادلؔ اس کے پاس کچھ جاتا نہیں

عشق کے قیدی

(قسط:۱۲)

ظفر جی

سرکاری قربانی

4 مارچ 1953ء...لاہور!!!

تشدّد کی ایک نئی تاریخ رقم ہوئی۔ بعد از نمازِ ظہر مسجد وزیر خان لاہور سے پُرامن رضا کاروں کا ایک جلوس نکلا۔ شرکائے جلوس پنجاب کے دُور دراز علاقوں سے آئے ہوئے دیہاتی قسم کے لوگ تھے، جو ختمِ نبوت کی کال پر تن من وار نے لاہور چلے آئے تھے۔ تقریباً ایک ہزار جاں نثاروں کا یہ جلوس چوک دالگراں سے ہوتا ہوا لاہور ریلوے اسٹیشن کی طرف جانا چاہتا تھا۔ ان کے گلے میں پھولوں کے ہار تھے اور زبان پر لا الہ الا اللہ کا وِرد۔ چوک دلگراں میں سٹی پولیس اور بارڈر پولیس کی بھاری جمعیت تیار کھڑی تھی۔ سٹی مجسٹریٹ سید حسنات احمد، ڈی ایس پی سیّد فردوس شاہ، اور ملک خان بہادر سپریٹنڈنٹ بارڈر پولیس نے جلوس کا راستہ روکا اور انہیں فوری طور پر منتشر ہونے کو کہا۔ لیکن ذوقِ براہیمی سے سرشار اِن دیوانوں کے پاس حکومتی بت خانوں سے ٹکرانے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا:

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے ۔۔۔ صنم کدہ ہے جہاں ، لا الہ الا اللہ

پُرغرور پولیس نے آخر رَزمن اکھاڑا سجا ہی لیا۔ پہلے آنسو گیس کے گولے چھوڑے۔ پھر لاٹھی چارج شروع کر دیا۔ یہ لوگ اپنی جگہ پر نہایت ثابت قدمی سے جمے رہے۔ پولیس ان کی امن پسندی کو دیکھ کر اور شیر ہوگئی۔ سو ایک ایک بندے پر تین تین پولیس والے مسلط ہو کر تشدد کی انتہا کرنے لگے۔ غرض یہ کہ پولیس مسلسل رُوئی کی طرح انہیں دُھنکتی رہی اور ان کا عشق کمالِ ضبط سے ان کی چمڑیاں ادھڑواتا رہا۔

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند ۔۔۔ بہار ہو کہ خزاں ، لا الہ الا اللہ

تشدّد کرنے والوں کے ہاتھ تھک کر شل ہو گئے، معطر جسموں سے پُھوٹنے والی لہو کی دھاروں سے قانون کی وردیاں رنگین ہو گئیں، لیکن یہ عشق محمد ﷺ کے دیوانے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ ہوئے۔ پولیس زخمیوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر ٹرکوں میں پھینکنے لگی۔ سڑک پر ہر طرف جاں نثارانِ ختمِ نبوت کا خون پھیلا ہوا تھا۔ ڈی ایس پی فردوس شاہ نے آج کھل کر درندگی دِکھائی۔ ایک بوڑھے مجاہد پر ڈنڈے برساتے ہوئے اُس نے اسے زور کی ٹھوکر ماری۔ بزرگ کے ہاتھوں میں چاندی کے غلاف میں لپٹی حمائل شریف تھی۔ فردوس شاہ کی ٹھوکر سے کتابُ اللہ چاندی کے خول سے نکلی اور

ورق ورق ہوکر قریبی نالے میں جا گری۔ یکّی دروازے کا ایک نوجوان محمد شریف عرف کا کا دُور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ کا کا موٹر مکینک تھا اور چوک دالگراں کی ایک ورکشاپ میں ملازم۔ اُس روز بازار بند تھا اور وہ ورکشاپ کے تھڑے پر محض تماشا دیکھنے بیٹھ گیا تھا۔ عصر تک فضاء کچھ پُرامن ہوئی تو کا کا تھڑے سے اٹھ کر اِدھر چلا آیا اور نالے میں اتر کر قرآن کے مقدس اوراق سمیٹنے لگا۔ وہ اپنے کام میں منہمک تھا کہ اوپر سے آواز آئی۔

"اوئے کا کا.....کی کرداں ایں نالے وِچ؟ "

(ارے کا کا نالے میں کیا کر رہے ہو؟)

اُس نے چونک کر اوپر دیکھا تو مولوی سلیم بنیرے پر کھڑا مسواک چبا رہا تھا۔

"مولوی صاب! ایدھر ویکھو۔ مقدّس اوراق، گندے نالے وِچ۔ "

(مولوی صاحب! ادھر دیکھیں۔ گندے نالے میں مقدس اوراق ہیں۔)

"توبہ توبہ...اے کِس نے سُٹّے نیں؟" مولوی نے کہا۔

(توبہ توبہ! یہ کس نے پھینکے ہیں۔)

"ڈی ایس پی فردوس شاہ نے میرے سامنے قرآن شریف نُوں ٹھوکر ماری۔" کاکے نے تڑک کر کہا۔

(ڈی ایس پی فردوس شاہ نے میرے سامنے قرآن شریف کو ٹھوکر ماری۔)

"استغفراللہ....لے آ، پُتّر۔ اوراق مجھے پکڑا دے" مولوی سلیم گھٹنوں کے بل نالے پر جُھک گیا۔

(استغفراللہ! بیٹا! لاؤ، اوراق مجھے پکڑا دو۔)

کا کا نے اوراق اکٹھے کر کے مولوی سلیم کو پکڑائے اور واپس ورکشاپ کی طرف جانے لگا۔

"توں....کتھے چلیا ایں؟ میرے نال آ۔ ایہ کوئی چھوٹی موٹی گل نئیں اے.... پبلک کونُوں دسدے آں۔"

(تم کہاں چلے ہو؟ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ لوگوں کو بتاتے ہیں۔)

مولوی سلیم کاکے کو ہمراہ لئے سیدھا بیرون دہلی دروازہ پہنچا۔ یہاں کوئی دواڑھائی سو کا مجمع کھڑا تھا۔ اُس نے جاتے ہی شور کیا" بھائی او....ایدھر ویکھو....ظلم ہو گیا ظلم ....فردوس شاہ ڈی ایس پی نے قرآن پاک نوُں ٹھوکر ماری تے گندے نالے وِچ سُٹ دِتا۔ ایہہ ویکھو....کا کا گواہ ہے۔ استغفراللہ! "

(ادھر دیکھیں۔ ظلم ہو گیا فردوس شاہ ڈی ایس پی نے قرآن پاک کو ٹھوکر ماری اور اسے گندے نالے میں پھینک دیا۔ یہ دیکھیں کا کا گواہ ہے۔)

یہ سن کر ایک مجمع اس کے گرد ہو گیا۔ مولوی سلیم یہ جلوس لے کر مسجد وزیر خان پہنچا۔ مسجد کے قریب ہی انہیں ایک

تھانیدار آتا دکھائی دیا۔جس کے ہمراہ چند سپاہی بھی تھے۔ یہ لوگ بے فکری سے جا رہے تھے اور اُن کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ختم نبوت کے امن پسند رضا کار اُن کے درپے آزار بھی ہوسکتے ہیں۔مجمع نے نعرہ لگایا:" پنجاب پولیس...مردہ باد... بارڈر پولیس مردہ باد۔"پولیس والے پہلے تو ٹھٹکے، پھر مجمع کے تیور دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور دوڑ کر ایک قریبی فلیٹ میں جا گھسے، اور اندر سے گیٹ بند کرلیا۔فلیٹ کے گرد مجمع بڑھنے لگا۔کھڑکی سے جب بھی کوئی سپاہی سر نکالتا تو نیچے کھڑا مجمع زور زور سے نعرے لگاتا" پنجاب پولیس مردہ باد!!!" ڈی ایس پی فردوس شاہ تھانہ سول لائن میں بیٹھا چمپی کرا رہا تھا کہ فون بج اُٹھا:

"یس...فردوس شاہ! "

" کہاں ہو میرے شیر؟" آئی جی کی کال تھی۔

"سر...وردی پہ خون گر گیا تھا...سوچا بدل لوں۔ "

"مبارک ہو! گورنر صاحب نے آپ کو اَور ڈی ایس پی خان بہادر کو دو دو مربع زمین انعام میں بخشی ہے۔میرے سامنے پڑا ہے الاٹمنٹ آرڈر! "

فردوس شاہ کے ہاتھ سے کریڈل گرتے گرتے بچا۔وہ بمشکل اتنا ہی کہہ سکا" سس....سر...آپ کی عنایت سر! "

"اچھا مٹھائی بعد میں کھائیں گے تم سے۔ابھی ایسا کرو فوراً مسجد وزیر خان پہنچو۔خبر آئی ہے کہ شر پسندوں نے کچھ پولیس والوں کو بندی بنالیا ہے۔آئی نو یُو آر اَے بریو مین۔پھر بھی دو تین سپاہی ساتھ لے لینا۔ "

"ڈونٹ وَری سر...فردوس شاہ کسی سے ڈرتا ورتا نہیں ہے۔

ڈرائیور! جیپ ریڈی کرو...فوراً۔"

فردوس شاہ تین سپاہیوں کو لے کر مسجد وزیر خان کے سامنے اترا تو لوگ فلیٹ پر پتھراؤ کر رہے تھے۔وہ دھونس جمانے کے لئے جیپ کا ہارن بجانے لگا۔لوگ اُدھر متوجہ ہوئے تو کسی نے نعرہ لگا دیا۔

"وہ رہا فردوس شاہ.....اسی بدبخت نے قرآن کو ٹھوکر ماری تھی!"

بپھرا ہوا مجمع اُدھر دوڑا اور فردوس شاہ کے ریوالور نکالنے سے پہلے ہی اسے دبوچ کر ٹھوکروں پہ لے لیا۔ہر شخص اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لے رہا تھا۔لوگوں نے دکانوں کی چھپریوں سے بانس نکال لئے۔مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے سیدھی ضرب لگانا ممکن نہ تھا۔لوگوں نے بانسوں سے چوک چوک کر فردوس شاہ کا قیمہ بنا دیا۔دو گھنٹے بعد فردوس شاہ کی سر بریدہ لاش اسی گندے نالے میں پڑی تھی، جہاں اس بدبخت نے قرآن کو ٹھوکر لگا کر پھینکا تھا۔مولوی سلیم کے ہاتھ ڈی ایس پی کا پستول لگا۔جو اُس نے کمالِ سخاوت سے کاکا کو تحفے میں دے دیا۔نصف گھنٹے بعد مولوی سلیم آئی جی آفس میں بیٹھا چائے

پی رہا تھا۔اور آئی جی سے کہہ رہا تھا کہ

"...تے باقی رہ گیا آلۂ قتل...اوتہانوں شریف کا کا توں مل جانڑاں....اللہ اللہ خیر صلا "

(...اور باقی رہا آلۂ قتل، وہ آپ کو شریف کا کا سے مل جائے گا۔)

آئی جی نے مولوی سلیم کو ستائشی نظروں سے دیکھا اور گورنر غلام محمد کو فون گھمایا:

"سر! مبارک ہو، قربانی ہوگئی۔اس مولوی ڈھکن کو چھوٹا موٹا بکرا کہا تھا۔اس نے تو پورا بیل کاٹ مارا۔فردوس شاہ اِز کلڈ بائی اینگری موب۔ "

"فون پر ایسی باتیں نہیں کرتے....ڈیڈ باڈی لے کر فوراً تھانہ سول لائن پہنچو۔میں جنرل اعظم کو لے کر پہنچتا ہوں اور ہاں لینڈ الاٹمنٹ پیپرز ''شہید'' کی بیوہ تک ضرور پہنچا دینا!"

گہری سازش:

مسجد وزیر خان، سول ہسپتال کا منظر پیش کرنے لگی۔ہر طرف زخمی پڑے کراہ رہے تھے۔ڈاکٹر اِدھر اُدھر بھاگے پھرتے تھے۔لاہور کے بے شمار طبیب، ڈاکٹرز، حکماء اور کمپاؤڈرز حضرات کرفیو کے باوجود اپنا سامان اٹھائے ادھر چلے آئے تھے۔حق و باطل کی اس کش مکش میں ہر کوئی اپنا اپنا حصّہ ڈال رہا تھا۔ریاست ہڈیاں توڑ رہی تھی اور یہ پوری دلجمعی سے انہیں جوڑنے میں مگن تھے۔ریاست کے سر پر خون سوار تھا اور یہاں خون دینے والوں کا تانتا بندھا تھا۔مولانا خلیل قادری اور دوسرے زعماء خود ایک ایک زخمی کی نگرانی کر رہے تھے۔اسی دوران کسی نے آکر بتایا کہ مسجد کے دروازے پر ڈی ایس پی فردوس شاہ کا خون کر دیا گیا ہے۔مولانا نیازی دوڑے دوڑے دروازے پر چلے آئے۔مشتعل ہجوم فردوس شاہ کی لاش گھسیٹ کر لے جا چکا تھا۔

" کس نے شہید کیا ڈی ایس پی کو؟ کون تھے یہ لوگ؟" مولانا نے باہر نکلتے ہی پوچھا۔

"ہم نہیں جانتے حضرت! مولوی سلیم ان کی قیادت کر رہا تھا۔اُسی نے بھڑکایا سب کو۔" باہر کھڑے ایک شخص نے کہا۔

مولانا کے چہرے پر دُکھ کا سایہ آکر لہرا گیا۔

"بہت برا ہوا۔ایک کلمہ گو کا خون اور وہ بھی مسجد کے دروازے پر! استغفر اللہ!

مولانا نے اندر جا کر علماء کمیٹی کو صورتحال سے آگاہ کیا۔

"یہ ساری واردات حکومت نے خوب سوچ سمجھ کر کرائی ہے۔" مولانا بہاء الحق قاسمی نے کہا۔

"ہمیں انتہائی سمجھداری اور سوجھ بوجھ کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ "

" لیکن حکومت نے یہ قتل کیوں کرایا؟" مولانا خلیل نے پوچھا۔

"دولتانہ وزارت کو تشدّد کرنے کا بہانہ چاہئے تھا جو آج اسے مل گیا" قاسمی صاحبؒ نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہماری پرامن تحریک میں غدّار شامل کئے جا چکے ہیں۔ "

"سو فیصد...تحریک سے وابستہ کوئی مسلمان ایسی حرکت کا سوچ بھی نہیں سکتا۔فردوس شاہ کا قتل تحریکِ مقدس کی سفید چادر پر ایک بدنماء داغ ہے جو قادیانیوں اور قادیانی نواز انتظامیہ نے لگایا ہے۔اس کا مقصد ایک پرامن مذہبی تحریک کو سفاک اور خون آشام بنانا ہے۔ "

"آج بعد نماز عشاء میں اپنی تقریر میں حکومت کی یہ سازش طشت از بام کروں گا۔ہمیں شرپسندوں پر کڑی نظر رکھنا ہوگی۔" مولانا نیازی نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

تھانہ سول لائن کے سامنے ایمبولینس آ کر رُکی۔دو سپاہیوں نے سٹریچر پر دھری سفید چادر میں لپٹی لاش نکالی اور تھانے کے لان میں آ کر رکھ دی۔تھوڑی ہی دیر بعد آئی جی پنجاب انور علی، ڈی آئی جی ،اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، تھانہ سول لائن پہنچ گئے۔خفیہ ایجنسیوں کے اہلکار بھی لاش کے آس پاس مکھیوں کی طرح بھنبھنانے لگے۔تقریباً پندرہ منٹ بعد دو فوجی گاڑیاں تھانہ کے سامنے آ کر رکیں۔ایک میں سے جنرل اعظم خان اور دوسری سے دیگر فوجی افسران اترے۔تھانے کے سامنے کھڑی گارڈ نے بندوقیں کھڑکا کر سلام کیا۔جنرل اعظم خان بھاری قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے ادھر آئے جہاں پولیس کی "قربانی" ان کا انتظار کر رہی تھی۔

" کیا ہوا؟"انہوں نے آتے ہی رعب دار آواز سے پوچھا۔

"خود ہی دیکھ لیجئے۔" یہ کہتے ہوئے آئی جی نے لاش پر سے سفید چادر سرکا دی۔

"اوہ....گاڈ....ہُو اِز دِس؟" جنرل نے ہونٹ سکیڑتے ہوئے پوچھا۔

"ون آف دی موسٹ برِلّی اَنٹ ڈی ایس پی آف مائی ڈیپارٹمنٹ سیّد فردوس شاہ۔ کچھ دیر پہلے شرپسندوں نے بھرے بازار میں اس کا قیمہ بنا دیا اور فوج کھڑی تماشا دیکھتی رہی۔شاید اسی کو کہتے ہیں...ایڈ ٹو سول پاور!"

جنرل اعظم خان کچھ دیر سوچتے رہے پھر کیپ سیدھی کرتے ہوئے بولے:"لیکن یہ سب کچھ ہوا کیسے؟ "

"دہشت گردوں آج نے ہمارے کچھ سپاہی بندی بنا لئے تھے۔فردوس شاہ چھڑانے گئے تو... "

"آپ نے ملٹری کو اِنفارم کیا؟....اباوَٹ ہوسٹیجز؟" جنرل نے آئی جی کی بات کاٹی۔

"آئی ڈونٹ نو۔ ہاؤ ٹو اِنفارم دی ملٹری۔اندرونِ شہر دہشت گردوں کا راج ہے اور آپ کی ملٹری بیرونِ شہر مورچے سنبھالے بیٹھی ہے...فاروَٹ؟ "

"امن وامان قائم رکھنا پولیس کی ذمہ داری ہے۔جہاں حالات آپ کے بس سے باہر ہوں، وہاں فوج کو اِنفارم کیجئے! "

"ہم پہلے ہی آپ سے کہہ چکے ہیں کہ حالات ہمارے بس سے باہر ہیں۔وائے یُو ڈَونٹ انڈرسٹینڈ جنرل....ناوَ کم اَپ

اِن دی فرنٹ اینڈ ٹیک اووَر دِی چارج! "

"پلیز ڈونٹ ٹرائی ٹو ٹیچ می مائی ڈیوٹی۔ فوج وہی کچھ کر رہی ہے جو اُسے کرنا چاہیے! "

"فوج ہمارے مرنے کا انتظار کر رہی ہے اور کچھ نہیں!" آئی جی نے بھی تیوریاں چڑھا لیں۔

"سر! گورنر صاحب کا فون!" ایک محرر نے آکر مملکت کے دو بڑے ستونوں کو ٹکرانے سے بچایا۔

آئی جی، جنرل صاحب کو گھورتے ہوئے اندر چلے گئے۔ جنرل اعظم اپنے ساتھ ساتھ آئے ہوئے آفیسرز کو لے کر ایک کونے میں جا کھڑے ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد آئی جی واپس آئے تو جنرل صاحب کو مخاطب کئے بغیر کہا" گورنر صاحب نے پورے شہر میں مارشل لاء لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے گولی چلانے کا آرڈر دے سکتا ہے۔ "

"میری طرف سے آرڈر ہی سمجھئے!" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اطمینان سے کہا۔

"لیکن گولی چلائے گا کون؟" آئی جی نے کہا۔

"بارڈر پولیس..... آپ لوگ صرف ڈیڈ باڈیز غائب کرنا!" مجسٹریٹ بولا۔

آئی جی نے ایک ایس پی کو بلا کر کہا:

"جمشید ڈبہ تیار کراؤ۔ فردوس شاہ کی لاش کو اُس کے گاؤں بھجواؤ۔ قومی پرچم میں لپیٹ کر۔ چھ سات جوان بھی ساتھ لے لو سلامی کے لئے۔ کوئیک.... ارجنٹ! "

اس کے بعد لاہور کی تمام پولیس چوکیوں پر آئی جی کا یہ وائرلیس میسج سنا گیا:

"آل پوزیشنز.... ایچ کیو وَن.... شہر بھر میں مارشل لاء لگا دیا گیا ہے۔ فوراً گشت شروع کیا جائے جو شخص دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرتا نظر آئے۔ اُسے اُڑا دیا جائے۔ سُستی کرنے والے اور مِس فائر کرنے والے اہلکار کو خفیہ پولیس خود اُڑائے گی۔" دن کے ساڑھے گیارہ بجے آئی جی کا وائیرلیس بول اُٹھا:

"ایچ کیو ون.... دالگراں پوسٹ اووَر! "

"یس.... بولو... دالگراں!" آئی جی نے کہا۔

"انسپکٹر آغا سلطان احمد سر..... یہاں چوک دلگراں میں لاٹھی چارج کے دوران ایک بچّہ ہلاک ہو گیا ۹۸ ہے سر "

" کتنی عمر ہے؟ "

" تقریباً 12 سال سر "

" ڈیڈ باڈی غائب کر دو فوراً.... اوور اینڈ آؤٹ! " (جاری ہے)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ... آفتابِ دین و شریعت

پروفیسر خالد شبیر احمد

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا وجود ہمارے لیے رحمت خداوندی کا درجہ رکھتا تھا۔ اس گراں قدر سرمایہ کا چھن جانا ایک عظیم سانحہ ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سرزمین پاک و ہند کے عوام میں انگریزی سامراج کے خلاف جس ہمت اور شجاعت سے کام کیا ہے۔ اس کی مثال تحریک حُرّیت میں نہیں ملتی۔ انھوں نے انگریزی سلطنت کے خلاف ایک ذہن پیدا کیا پھر یہاں تک ہی محدود نہیں بلکہ عوام میں حکومت برطانیہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا جذبہ پیدا کیا۔ جب حریت پسندوں کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دیے جاتے تھے۔ جب انگریزی رعب و دبدبہ عوام کے دل و دماغ پر مسلط ہو چکا تھا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خیبر سے لے کر کلکتہ تک اور مدراس سے لے کر ہمالیہ تک ایک آگ لگا دی۔ ملک کی فضا کو انقلاب زندہ باد کی گونج میں تبدیل کر دیا۔ آپ کے ان تھک ارادوں کے سامنے کوئی طاقت نہ ٹھہر سکی اور چند ہی برسوں میں اس دھرتی کے لوگوں میں عظیم جذبہ حریت پیدا کر دیا۔ اس میدان میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا ''البلاغ'' و ''الہلال'' مولانا محمد علی جوہر کا ''ہمدرد'' و ''کامریڈ'' مولانا ظفر علی خان کا ''زمیندار'' اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قوت گفتار یہ سب یکساں درجہ رکھتے ہیں بلکہ یوں کہنا مبنی برحقیقت ہوگا کہ وہ دیہاتی اور غیر ترقی یافتہ علاقے جہاں لوگ ان پڑھ اور اخباری دنیا سے ناواقف لوگ تھے، ان تینوں بزرگوں (مولانا آزاد، مولانا جوہر اور مولانا ظفر علی خان) کی سرتوڑ کوششیں اپنا اثر پیدا نہ کر سکیں وہاں بخاری کے زمزمے فضا میں گونج گئے۔ یہ تینوں حریت پسند عظیم رہنما جو کام اپنی قلم سے سرانجام دیتے رہے وہی کام یہ مرد مجاہد یہ بطل حریت اپنی قوت گفتار سے سرانجام دیتا رہا۔ تحریک ترکِ موالات، تحریک خلافت ہو یا پھر تحریک کشمیر، تحریک تمکین، تحریک ختم نبوت، تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ (۱۹۳۹ء) امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی آزاد آواز صور اسرافیل کی طرح ہر بار پورے ملک کے اندر گونج گئی۔ لاکھوں مجاہدین اپنے اس محبوب اور سرفروش رہنما کی آواز پر سر بکف اپنے گھروں سے نکل پڑے اور پورے ہندوستان میں انگریز سامراج کی جیلوں کو بھر دیا۔

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے کام اور انداز اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے جذبہ اور ولولۂ حریت کا اندازہ آپ اس ایک تاریخی کارنامے سے لگا سکتے ہیں کہ جب ۱۳/ مارچ ۱۹۳۰ء کو ملک کے اندر انگریزوں کے خلاف

تحریک نمکین شروع ہوئی تو حضرت شاہ صاحب نے اپنا طوفانی دورہ لاہور سے شروع کیا۔ لاہور سے چل کر یہ بطل حریت امرتسر، جالندھر، لدھیانہ میں اپنے نعرہ ہائے حریت سے فضا کو مسحور کرتا ہوا سہارن پور پہنچا یہاں سے پھر امروہہ پورا یوپی۔ سی پی کو روندتا ہوا بہار میں داخل ہوا اور یہاں سے پھر بنگال میں دیناج پور کے مقام میں اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا اور گرفتاری کے وقت ایک تاریخی فقرہ کہا کہ ''میں نے پورے ہندوستان کی سرزمین کو انگریزوں کے خلاف کھڑا کر دیا ہے اور اب آگے سمندر ہے لہٰذا اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرتا ہوں''۔

یاد رہے کہ لاہور میں پہلے ہی خطاب سے ہندوستان بھر کی پولیس آپ کو گرفتار کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتی رہی لیکن آپ پولیس کو جل دے کر آگے نکل جاتے کہیں پر بھی ہندوستانی پولیس آپ کو گرفتار نہ کر سکی۔

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے فرزند جناب عزیز الرحمٰن لدھیانوی اپنی کتاب ''رئیس الاحرار اور ہندوستان کی جنگ آزادی'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''کہ اس سارے دورے میں حضرت شاہ صاحب کی تقریروں سے متاثر ہو کر ایک لاکھ سے زیادہ فرزندان توحید نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا''

کانگریس کے سب سے بڑے رہنما پنڈت موتی لعل نے کہا:

''اس تحریک نمکین کی کامیابی کا سہرا صرف سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے سر ہے''

یہ تھا حضرت شاہ صاحب کے کام کرنے کا انداز اور جذبہ کہ جس کے آگے ہندوستان جیسے وسیع ملک کے طول و عرض سکڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک سیلِ رواں تھا کہ جس کا روکنا حکومت کے بس کی بات نہ تھی۔ جس کے آگے گورنمنٹ کی تمام تدبیریں خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتی رہیں۔ آسمان حریت پر امیر شریعت کا نام نامی درخشندہ ستارے کی طرح ہمیشہ روشن اور منور رہے گا اور آنے والی نسلیں اس بطل حریت کے احترام میں اپنی گردنیں خم کرتی رہیں گی۔

وہ دیوانے آزادی کے تھے کون کہ جانوں پر کھیلے　　　کنجشکِ حریت کو کس نے شہپر باندھا شہباز کیا

حضرت شاہ صاحب کہا کرتے تھے کہ دنیا میں مجھے ایک چیز سے محبت ہے اور ایک چیز سے نفرت، قرآن سے محبت اور انگریز سے نفرت۔ دراصل آپ کے اس ارشاد میں آپ کی زندگی کے دو بڑے مشن اور نصب العین پوشیدہ تھے جن کو کامیاب بنانے کے لیے آپ نے اپنی زندگی کے تقریباً دس سال قید افرنگ کی نذر کر دیے۔

(اوّل) انگریزوں کی غلامی کے خلاف آواز اور انگریزوں کے حامیوں کی سرکوبی۔

(دوم) منکرین عقیدہ ختم نبوت، قادیانیوں کی سرکوبی اور ان کا تعاقب۔

چنانچہ جہاں تک آپ کے دوسرے نصب العین کا تعلق ہے اس میں صاف نظر آتا ہے کہ آپ کو حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات سے عشق تھا آپ فرمایا کرتے تھے ''خدا کے بارے میں جو چاہے کہو لیکن یاد رہے کہ وہ ذات مجھ سے بھی اپنے سب سے بڑے دشمن کو ذلیل وخوار کرسکتا ہے لیکن حضور اکرم کے بارے میں گستاخی کرنے والی زبان گدی کھینچ لی جائے گی۔ پھر یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ کیا ہوگا۔ پھر جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔ وہ عقیدے کا معاملہ ہے اور یہ عقیدت اور عقیدت تم جانتے ہو کیا ہوتی ہے۔'' پھر آپ کی زندگی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس گوشے سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی زبان حرکت میں آئی آپ کے جذبات واحساسات میں ایک کھلبلی سی مچ گئی اور آپ اس کے خلاف سپر ہو گئے پھر کبھی یہ نہیں دیکھا کہ مخالف کتنا بڑا اور طاقت ور ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق　　عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

غرض آپ مخالفین اسلام کے لیے دو دھاری تلوار تھے جو ہمیشہ کفر و باطل کی طاقتوں کے سر پر لٹکتی رہی۔ آپ آسمانی بجلی تھے جو منکرین ختم نبوت پر عذاب الٰہی بن کر گری اور کام کر گئی۔ آپ کی للکار، آپ کی گفتار اور آپ کے کردار کے آگے بڑے بڑے فرعون نہ ٹھہر سکے۔ آپ کے عزم واستقلال کی قسمیں صدیوں تک کھائی جاتی رہیں گی۔ آپ حق گوئی، بہادری، شجاعت، خودداری اور غیرت کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے جواب بھی لاکھوں انسانوں کے دل ودماغ پر نقش ہو کر انھیں دین کے لیے کچھ کر گزرنے پر اکساتی رہتی ہے۔ اس لیے بھی کہ ہزاروں مشکلات ومصائب آپ کے پائے استقلال میں تزلزل پیدا نہ کرسکے۔ بڑے سے بڑا لالچ آپ کو آپ کے مقصد عالی سے جدا نہ کرسکا۔ شاہوں کے گریبانوں سے کھیلنے والا یہ مردِ درویش وحق پرست، جس نے بڑے وقار اور تمکنت سے شاہی شان وشوکت کے رخسار پر طمانچے مارے آج اسے اس جہان فانی سے رخصت ہوئے چھپن سال بیت گئے جس کے ساتھ تاریخ پاک وہند کا وہ دور بھی ختم ہو گیا جو آپ کی انوکھی خطیبانہ خوبیوں اور آپ کے عزم واستقلال سے روشن ہے۔

آپ ہمارے درمیان نہ رہے تو کیا۔ آپ کا نام آپ کا کام اور آپ کا حسن کلام ہمیشہ زندہ وباقی رہے گا۔

اس پختہ حقیقت سے مگر کس کو مفر ہے　　محفوظ نہیں دام اجل سے کوئی جان دار
ادنیٰ ہو کہ اعلیٰ ہو ولی ہو کہ پیغمبر　　اس راہ سے گزرنا ہے ہر شخص کو اک بار

سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور علامہ اقبال

شورش کاشمیریؒ

''اج او ہندا تے اپناں کرگساں نوں دسدا کہ بخاری غدار اے کہ فدا کار، میں کنوں کواں، میرے تے یار ای میرے کولوں وچھڑ گئے نے۔''

علامہ اقبال کا ذکر ہورہا تھا، شاہ جی نے ایک سرد آہ بھری اور کہا ''اقبال زندہ ہوتا تو پھران کرگسوں کو بتاتا کہ بخاری غدار ہے یا فدا کار میں کسے کہوں میرے تو ساتھی ہی مجھ سے بچھڑ اور بچھڑ گئے ہیں''۔ شاہ جی فرماتے تھے جب کبھی میں علامہ کے ہاں حاضر ہوتا وہ چارپائی پر گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر بیٹھے ہوتے، حقہ سامنے ہوتا دو چار کرسیاں بچھی ہوتیں، صدا دیتا یا مرشد! فرماتے، آ بھئی پیرا! بہت دناں بعد آیا ایں (بہت دنوں بعد آئے ہو) علی بخش سے کہتے حقہ لے جاؤ اور کلی کے لیے پانی لاؤ۔ کلی فرماتے پھر ارشاد ہوتا ایک رکوع سناؤ۔ میں پوچھتا حضرت! کوئی تازہ کلام؟ فرماتے ہوتا ہی رہتا ہے۔ عرض کرتا سنایے کاپی منگواتے، پہلے رکوع سنتے، پھر وہ اشعار جو حضور سے وابستہ ہوتے۔ قرآن پاک سنتے وقت کانپنے لگتے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا یا ان سے متلعق کلام پڑھا جاتا تو چہرہ اشکبار ہو جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہمیشہ باوضو شخص سے سنتے اور خود ان کا نام بھی باوضو ہو کر لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر اس طرح روتے جس طرح ایک معصوم بچہ ماں بغیر روتا ہے۔

افراد، اشخاص اور واقعات و حالات کے بارے میں ان کا تجزیہ حیرت انگیز طور پر درست ہوتا تھا۔ شاہ جی کا بیان ہے کہ مجھ سے اکثر لوگوں کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے اور ان کی سیرتوں کا اجمالی خاکہ پیش فرماتے۔ سرکار کی بیشتر باتیں انھی کی وساطت سے ہم تک پہنچتی تھیں۔ پہلے خود ہی طرح دیتے پھر احتراز فرماتے۔ بھئی دلی دروازے کے باغ میں لوگوں کو بتا دو گے؟ پھر بتا بھی دیتے۔ فرماتے ''اپنی ذلت تک محدود رکھنا لطف یہ تھا کہ اپنے سبھی معتمدین کو بتاتے چلے جاتے اور سبھی کو یہ مشورہ دیتے کہ اپنے آپ تک محدود رکھنا اور جب بات بکھر جاتی تو فرماتے تم لوگ راز نہیں رکھ سکتے ہو؟ عرض کی جاتی کہ آپ ہی نے تو فلاں فلاں کو بتایا ہے پھر مسکراتے اچھا تو عام ہو جانے دو اس میں راز کی کون سی بات ہے؟ ایک دفعہ (بروایت شاہ جی) جلسوں کی رونق پر گفتگو کرتے رہے۔ کہنے لگے عامۃ المسلمین میں بڑی جان ہے۔ اس قوم کا مزاج حرارت سے بنا ہے، یہ بجھنے کے لیے پیدا نہیں کی گئی، ساری خرابی لیڈر شپ کی ہے۔ خواص نوخیز عضو معطل ہیں انھیں اپنے جسم کا عیش چاہیے لیڈر گم کردہ راہ ہیں لوگوں کو صحیح راستہ پر نہیں لاتے۔ عرض کیا حضرت یہ بھی آپ نے مفروضہ قائم کرلیا ہے، قوم خود ہی صحیح راہ پر نہیں آتی؟ آپ کے لیے عامۃ المسلمین کس طرح تڑپتے ہیں لیکن آپ مجمع میں آتے ہی

نہیں؟

''نہیں پیر جی، یہ بات نہیں میرا مجمع میری کتابیں ہیں، میں ہجوم وافکار میں اس طرح کھڑا رہتا ہوں کہ بسا اوقات فرصت کے اوقات ہی عنقا ہو جاتے ہیں۔'' ٹھیک ہے مرشد! میں نے تو کبھی اپنی کتابوں کی گرد بھی نہیں جھاڑی ہے۔

''اوشاہ جی تُسی تے دلاں تے دماغاں دی مٹی جھاڑ دے او (شاہ جی آپ تو دلوں اور دماغوں کی گرد جھاڑتے ہو)

شاہ جی نے یہ بیان کیا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا، ہائے کیا انسان تھا جدید دانش اور قدیم حکمت کا نقطۂ معراج چونکہ میاں صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے اس لیے اللہ نے ان پر علم ودانش اور فکر ونظر کی سبھی راہیں کھول دی تھیں۔ وہ میدان کا کھلاڑی نہیں تھا لیکن علم اس کا خانہ زاد تھا۔

آج جو پشتینی وفادار! شاہ جی نے فرمایا اس کا نام لے لے کر اس کے ہم نشینوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوار ہے ہیں۔ کسی علمی مسئلہ پر اقبال نے کبھی ان سے مخاطبت کی؟ کبھی مسلمانوں کے مستقبل کا سوال ان سے زیر بحث لاتے رہے؟ ان کے ساتھ تو ان کے زیادہ سے زیادہ لاغر قسم کے مجلسی روابط تھے۔

شاہ جی نے کہا یہی وہ لوگ ہیں جو اقبال کی راہ میں ہمیشہ مزاحم ہوتے رہے۔ انھی لوگوں نے اقبال کے خلاف مخبریاں کی تھیں اور انھیں کسی منصب پر فائز نہیں ہونے دیتے تھے۔ اقبال نے مجھ سے آنکھوں میں آنسو لا کر کہا تھا شاہ جی ان خاندان فروشوں کی سیاہ دلی کی حد ہوگئی یہ خوفِ خدا سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔

شاہ جی کی روایت ہے کہ فرنگ دشمنی سے ان کے خون کا قطرہ قطرہ انگاروں میں ڈھلا ہوا تھا۔ وہ یورپی تہذیب، یورپی دانش، یورپی سیاست اور یورپی سج دھج کے سخت دشمن تھے۔ کہا کرتے تھے کہ ہمارا مغرب زدہ طبقہ اپنے خصائص کھو چکا ہے۔ اس کے اندر مشرق کی روح باطل نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ قوم کی خودی اپنی قیمت کھو بیٹھی ہے۔ لوگ علم کی سنجیدگی سے ہاتھ اٹھا کر نٹوں کا تماشا دیکھنے میں غلطاں ہیں۔

کاسہ لیس خاندانوں کا ذکر بڑی حقارت سے کرتے طنطنہ میں نے صرف انھی میں دیکھا کہ جن سے نفرت کرتے انھیں اپنے گھر میں گھسنے نہیں دیتے اور اگر کسی بہانے چلا آتا تو اسے دھتکار کر نکال دیتے ورنہ منہ نہیں لگاتے تھے۔

ایک دفعہ فرمایا: شاہ جی میں مطمئن ہوں کہ میرا کلام لوگوں کے رگ وپے میں اتر رہا ہے لیکن ابھی کارواں تیار ہو رہا ہے ابھی کارواں بنا نہیں۔ سفر، راستہ اور منزل تو دور کی چیزیں ہیں جب تک مشرق مغرب کی ذہانت کو للکارے گا نہیں اس وقت تک مشرق کی عظمت کا سورج نہ کبھی ابھر سکتا ہے اور نہ اس کے نصف النہار پر پہنچنے کا سوال ہی زیر غور آ سکتا ہے۔ شاہ جی یہ عموماً فرماتے۔

کاش اقبال آج زندہ ہوتے ان کا دماغ ایک عظیم الشان تنہائی کا عظیم الشان کتب خانہ تھا۔ جب کبھی ان کی ہم نشینی کا موقع ملتا معلوم ہوتا تھا کہ لالہ زار کھل گیا ہے۔

صوفی محمد سلیم رحمہ اللہ............اک اور چراغ بجھا

ابومعاویہ رحمانی چوہان

صوفی محمد سلیم صاحب سدھوجٹ برادری سے تعلق تھا، ۱۹۵۴ گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم بھی وہیں سے حاصل کی۔ ان کے والد صاحب ملازمت کے سلسلہ میں رحیم یار خان آئے اور عباسی ٹیکسٹائل ملز میں ملازمت اختیار کی اور رحیم یار خان میں قیام پذیر ہوگئے۔ صوفی صاحب بھی والد کے ہمراہ یہاں آگئے اور کالونی ہائی سکول میں اچھی پوزیشن کے ساتھ میٹرک پاس کیا، تعلیم میں بی اے، بی ایڈ کی ڈگری حاصل کی۔

پھر آپ نے پاک فوج میں ملازمت اختیار کی اور ملتان میں تعیناتی ہوئی، ملتان میں قیام کے دوران آپ فارغ اوقات میں کثرت کے ساتھ حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہتے۔ چونکہ حضرت شاہ جی رحمہ اللہ سے صوفی صاحب کو والہانہ عقیدت ومحبت پہلے سے ہی تھی اب اس میں کچھ اور ہی اضافہ ہوا کہ صوفی صاحب نے حضرت شاہ جی کی خدمت میں بیعت ہونے کی درخواست پیش کی جو کہ منظور ہوگئی اور حضرت نے صوفی صاحب کو بیعت کرلیا۔ اتفاقاً صوفی صاحب کے گردے میں پتھری ہوگئی جس کا آپریشن ہوا اور خرابیٔ صحت کی بنیاد پر فوج کی ملازمت سے فارغ کردیے گئے۔ پھر آپ نے کوشش کر کے ۱۹۷۹ء میں محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کرلی۔ صوفی صاحب نہایت سادگی پسند اور ملنسار تھے۔ آپ میں دینی جذبہ بھی نہایت اجاگر تھا اور بیعت ہونے کے بعد اپنے مرشد سے بے پناہ محبت ہوگئی۔ مجلس احرارِ اسلام کے اجتماعات میں بڑی باقاعدگی اور اہتمام سے شریک ہوتے تھے اور خدمت کے جذبہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہوتے تھے۔

دینی فہم کے لیے مغرب کے بعد مدرسہ شمس العلوم رحیم یار خان میں تفسیر کے سبق میں شرکت اختیار کرلی اور قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔

۱۹۸۵ء میں آپ کی شادی مشہور عالم دین اور احرار کے بانی رہنما رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ کی دختر نیک اختر سے ہوئی جس سے ایک بیٹا محمد معاویہ اور دو بیٹیاں ہیں۔ وہ ماہنامہ ملیہ فیصل آباد کے مدیر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے بہنوئی تھے۔

آپ اپنے فرائض کو بڑی پابندی کے ساتھ نبھاتے رہے جس سکول میں بھی گئے امتیازی حیثیت سے رہے اور شاگردان عزیز کی تعلیم اور اخلاق کا بڑا خیال کرتے تھے اور ان میں دینی جذبہ پیدا کرنے کی خاص کوشش کرتے تھے پورا

پیریڈ کلاس میں ہی گزارتے۔

۱۹۸۷ء میں پائلٹ سیکنڈری سکول میں آئے اور ۲۰۱۶ء میں یہیں سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد سوچ رہے تھے کہ بچے کو کاروبار کرائیں بچے کو الیکٹریشن کی دکان شروع کرائی لیکن تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہوسکا پھر اسے ایک کریانہ کی دکان پر کام سیکھنے کے لیے مقرر کرایا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ بچہ کام پر جانے لگا اور خود اس کے مستقبل کی سوچ میں احباب سے مشورہ کرتے رہتے انسان کی کچھ سوچ ہوتی ہے اور قدرت کو کچھ اور منظور ہوتا ہے۔

مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال کا معاملہ ہوا کہ مورخہ ۲۴ رمئی ۲۰۱۷ کو اپنے محلّہ کی مسجد معاویہ میں عصر کی نماز پڑھنے گئے، دوران نماز اچانک دل کی تکلیف ہوئی اور نماز میں ہی درد کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے فوری طور پر آپ کو ایمرجنسی میں لے جایا گیا مغرب کے بعد ہوش آیا تو کہا کہ میں ٹھیک ہوں مجھے گھر لے چلیں ڈاکٹروں نے منع کیا لیکن نہ مانے اور گھر آ گئے رات کو گیارہ بجے پھر تکلیف ہوئی تو بچوں کو اکٹھے کر کے کلمہ شریف پڑھا اور پھر زور سے اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ساڑھے گیارہ بجے آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگلے روز ۲۵ رمئی کو دس بجے صبح مدرسہ شمس العلوم میں مولانا خلیل اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رفقاء نے آہوں اور سسکیوں کے ساتھ اپنے محبوب دوست کو اخروی سفر پر روانہ کر دیا۔ ضلع بھر سے احرار ساتھی جنازہ میں شریک ہوئے۔ خصوصاً مرزا واصف خان پور، حافظ کریم اللہ ظاہر پیر، فقیر اللہ رحمانی و مولوی محمد طارق چوہان بستی مولویان، جام یعقوب ٹب چوہان، حافظ محمد اشرف، حافظ محمد عباس، حافظ محمد صدیق، حافظ زبیر احمد اور محمد عاصم رحیم یار خان سے شریک ہوئے۔ دوسرے روز احباب نے صوفی صاحب کے گھر جا کر ان کے بچوں اور داماد سے تعزیت مسنون کی۔ آپ مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوئے تو پھر عمر بھر ساتھ رہے۔ وہ ایک باوفا، مخلص، ایثار پیشہ، صالح، بہادر، جفاکش اور مزدور کارکن تھے۔ انھوں نے کبھی نام و نمود کی کوشش نہیں کی اور خاموش کارکن بن کر جماعت کی خدمت کرتے رہے۔ حقیقت میں وہ احرار کا اثاثہ تھے۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے ان کے گھر حاضر ہو کر ان کے بیٹے محمد معاویہ اور اہل خانہ سے تعزیت اور دعاءِ مغفرت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

مسافران آخرت

ادارہ

☆مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس مولوی عبدالباسط کی والدہ مرحومہ، انتقال: 20 مئی 2017ء

☆مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس مفتی عبدالمتین کی والدہ محترمہ اور بھائی محمد اقبال (گڑھا موڑ) کی اہلیہ، انتقال: 19 جولائی 2017ء

☆اہلیہ شیخ شبیر احمد (والدہ شیخ محمد حسن، معاذ) ملتان، انتقال: 18 جولائی 2017ء

☆معروف اشاریہ نویس محترم شاہد حنیف کے والد ماجد جناب محمد حنیف مرحوم (لاہور)، انتقال: ۱۵ر رمضان ۱۴۳۸ھ/ 12 رجون 2017ء

☆والد مرحوم حافظ محمد ناصر صاحب میراں پور، میلسی انتقال: رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

☆قدیم احرار کارکن حاجی عبدالرحمٰن مرحوم بستی خانواہ رحیم یار خان انتقال: ۲ر شوال ۱۴۳۸ھ/ 27 جون 2017ء

☆قدیم احرار کارکن حاجی غلام محمد مرحوم، رحیم یار خان، رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

☆جواں سال احرار کارکن شیخ محمد معاویہ مرحوم ملتان، ۲۷ر رمضان ۱۴۳۸ھ/ 23 جون 2017ء جمعہ

☆قدیم احرار کارکن حافظ محمد جمال مرحوم (غازی پور، رحیم یار خان) ۱۴ر شوال ۱۴۳۸ھ/ 9 جولائی 2017ء

☆مجلس احرارِ اسلام تلہ گنگ کے کارکن بھائی نعیم اصغر کی خوشدامن مرحومہ، انتقال: 22 جولائی 2017ء بروز جمعہ

☆چکڑالہ ضلع میانوالی سے ہمارے مہربان بھائی امیر افضل کی والدہ مرحومہ، انتقال: اپریل 2017ء

☆حاجی محمد افضل مغل (ناظم مجلس احرار اسلام جھنگ صدر) کی والدہ مرحومہ، انتقال: 21 جون 2017ء

☆جمعیت علماء اسلام ضلع خانیوال کے امیر حاجی بشیر احمد ظفر مرحومہ چوپڑ ہٹہ، انتقال: 16 ر جولائی 2017ء

☆قاری محمد عثمان حیدری چوپڑ ہٹہ کی والدہ ماجدہ مرحومہ، انتقال: 21 ر جولائی 2017ء جمعۃ المبارک

☆قاری بشیر احمد رحیمی مسجد نور ساہیوال کے بھائی محمد شریف مرحوم، انتقال: 18 ر جولائی 2017ء منگل

☆مولانا محمد رفیق جامی کے بھتیجے محمد اشرف مرحوم (کمالیہ) انتقال: 14 ر جولائی 2017ء جمعۃ المبارک

☆مولانا قاری محمد طیب حنفی (بورے والا) کی بڑی ہمشیرہ انتقال 20 ر جولائی 2017ء جمعرات

☆چیچہ وطنی میں ہمارے اداروں کے معاون جناب سمیع اللہ کے سسر محمد اعظم خاں (لاہور) انتقال: 30 ر اپریل 2017ء مرحوم تبلیغی جماعت سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور چیچہ وطنی کے ہمارے مراکز کے معاون بھی تھے

☆چیچہ وطنی میں حافظ عمر فاروق اور حافظ عبدالحکیم کی والدہ ماجد، حافظ رحیم بخش (ملتان) کی ہمشیرہ صاحبہ اور مرکزی مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی کے خادم اور جماعت کے دیرینہ کارکن حافظ محمد شریف کی خوش دامن انتقال: 23 ر جولائی 2017ء

☆مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے امیر شیخ نسیم الصباح کی اہلیہ، انتقال: 16 جولائی 2017ء

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطاء فرمائے۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے کے لیے داعیانِ الی اللہ کی تیاری

15 روزہ

دورہ تربیت المبلغین

مقام: دار المبلغین، مرکزی دفتر مجلس احرار اسلام پاکستان، 69/C حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

زیر سرپرستی

ابن امیر شریعتؒ
حضرت پیر جی
سیّد عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

22/ اکتوبر تا 5/ نومبر 2017

فضلاء درس نظامی کے لیے

شاندار موقع

زیر نگرانی

مجاہد ختم نبوت
محترم جناب
عبد اللطیف خالد چیمہ صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ
مجلس احرار اسلام پاکستان

زیر نگرانی

نواسۂ امیر شریعت
جناب
سیّد محمد کفیل بخاری
نائب امیر
مجلس احرار اسلام پاکستان

سالارِ احرار
جناب
میاں محمد اویس صاحب
نائب ناظم اعلیٰ
مجلس احرار اسلام پاکستان

شرائط داخلہ

(۱) سکول و کالجز کے طلباء کے لیے تعلیم کم از کم میٹرک

(۲) مدارس کے طلباء کے لیے درس نظامی یا حفظ قرآن مع لکھنا پڑھنا جانتا ہو

(۳) اصل قومی شناختی کارڈ اور اس کی فوٹو کاپی ہمراہ لائیں

قیام و طعام اور معقول وظیفہ بذمہ ادارہ

روزانہ بعد نماز مغرب اصلاحی مجلس

جید علماء کرام، مذہبی سکالرز اور سابق قادیانی ماہرین کی ٹیم جدید ترین سمعی بصری ذرائع ابلاغ کے ساتھ داعیان کی تیاری کروائیں گے

برائے رابطہ ڈاکٹر محمد آصف: 0300-9522878

منجانب: شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱)...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کئیر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز
Head Office: Canal View, Lahore
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد، گوجرہ، جڑانوالہ، گوجرانوالہ، سانگلہ ہل، حافظ آباد، چنیوٹ
آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس